وہ بے مثل قصیدہ جس میں حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے
آپ ﷺ کی شان بیان کی گئی



شاعرِ دربارِ رسالت ﷺ

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ

ترجمہ، تشریح وتحقیق

مولانا عاصم اقبال قادری مجیدی



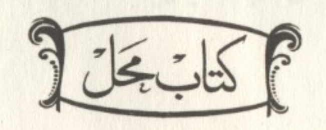
قصیدہ بانت سعاد

شاعر دربار رسالت حضرت کعب بن زہیر

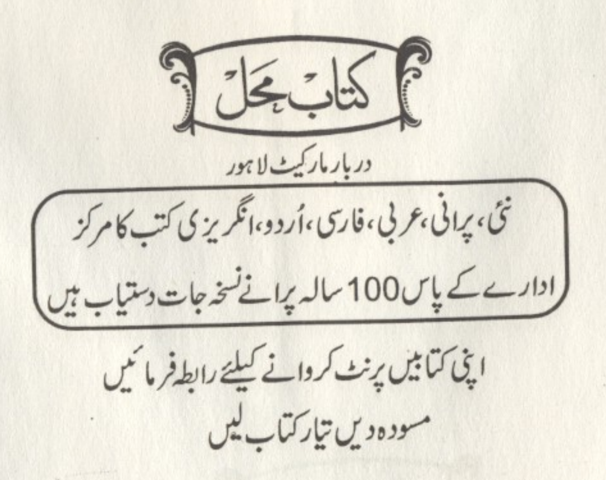
رضی اللہ تعالی عنہ

ترجمہ و تحقیق

مولانا عاصم اقبال قادری مجیدی



نام کتاب	قصیدہ بانتِ سعاد
مؤلف	شاعرِ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ
ترجمہ وتحقیق	مولانا عاصم اقبال قادری مجیدی
ناشر	محمد فہد 0321-8836932
قیمت	180/-



انتساب

مَیں اپنی اس پہلی کاوش کو

مادرِ علمی

مدرسہ عالیہ قادریہ، بدایوں شریف

کے نام منسوب کرتا ہوں

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام
وگر کشادہ جبینم گل بہار تو ام

عاصم اقبال مجیدی بدایونی

اَللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ

بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

فہرست مشمولات

عنوان	صفحہ



ابتدائیہ

شاعر دربار رسالت ، صحابی جلیل حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک اور تاریخی قصیدہ لامیہ اپنی تاریخی اور ادبی خصوصیات کے باعث مذہبی اور ادبی حلقوں میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ دراصل حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں معافی نامے کے طور پر پیش کیا گیا اور شرف قبولیت سے سرفراز ہوا۔

تین چار سال قبل مدرسہ قادریہ میں عربی ادب کا ذوق رکھنے والے بعض طلبہ نے خواہش ظاہر کی کہ ان کو یہ قصیدہ پڑھایا جائے، تدریس کا قرعہ فال مجھ جیسے کم علم اور بے بضاعت کے نام نکلا، لہٰذا مَیں نے اس قصیدے کی تدریسی خدمت انجام دی۔ اسی وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ اس قصیدے کا اردو ترجمہ وتشریح ہونا چاہیے، اس خواہش کا اظہار عزیزم عاصم اقبال سلمہ کے سامنے کیا تو عزیز موصوف نے یہ ذمہ داری قبول کی۔ اب ان کی محنت کا نتیجہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مترجم قصیدہ عزیزم عاصم اقبال مجیدی بدایونی (ساکن محلہ چودھری سرائے ، بدایوں) نے اعدادیہ سے لے کر دورۂ حدیث تک کے تمام تعلیمی مراحل مدرسہ قادریہ ہی میں طے کیے ہیں، گذشتہ سال درسیات سے فراغت کے بعد مدرسہ قادریہ ہی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کو ابتدا سے عربی زبان وادب کا ذوق تھا، اس موضوع پر انہوں نے محنت کی ہے، اس وقت بھی عربی ادب وانشا کی کتابیں زیر درس بھی ہیں اور زیر تدریس بھی۔ رب قدیر علم وعمر میں اضافہ فرمائے۔

مَیں نے زیر نظر ترجمے اور تشریح کو جگہ جگہ سے دیکھا، یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ عزیز موصوف نے محنت کی ہے اور اشعار کے معانی ومفہوم تک رسائی کی کامیاب کوشش کی ہے، حل لغات کے اضافے سے یہ کتاب طلبہ کے لیے بھی مفید ہوگئی ہے۔ ساتھ ہی وہ اشعار جو قدرے تشریح طلب تھے کہیں اختصار اور کہیں تفصیل کے ساتھ ان کی تشریح بھی کردی گئی ہے۔ البتہ مجھے اس میں دو چیزوں کی کمی محسوس ہوئی ایک تو یہ کہ قصیدہ بانت سعاد کے کئی مصرعوں میں روایت کا

اختلاف پایا جاتا ہے، اگر شعر کے بعد اس اختلاف روایت کی طرف بھی اشارہ کر دیا جاتا تو تحقیقی نقطہ نظر سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اشعار کی تشریح وتفہیم کے ضمن میں اگر حسب موقع نحوی تراکیب کا بھی ذکر ہو جاتا تو یہ طلبہ کے لیے اور زیادہ مفید اور نافع ہوتی۔

بہر حال ایک نو آموز طالب علم کی یہ پہلی کاوش ہے، جو اہل علم ونظر سے داد و تحسین کا نہیں دعاؤں کا طالب ہے، اہل علم بزرگوں سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی لغزش اور غلطی نظر آئے تو مترجم کو مطلع کر کے علمی تعاون فرمائیں۔

مترجم کی خواہش پر میں نے نہایت عجلت اور ہجوم افکار کے درمیان کتاب کا مقدمہ قلم بند کیا ہے، اس میں قصیدے کے متعلق تقریباً تمام ضروری گوشوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، پھر بھی کچھ گوشے ایسے ہو سکتے ہیں جو یا تو ضبط تحریر میں نہ آسکے ہوں یا پھر ان پر سیر حاصل گفتگو نہیں ہو سکی۔ قصیدے کے لسانی اور بلاغی جائزے کو میں نے قصداً اس لیے قلم انداز کر دیا کہ اشعار کی تشریح کے ضمن میں مترجم نے بعض جگہ اس پر روشنی ڈال دی ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ قصیدے کے اشعار میں روایات کا اختلاف پایا جاتا ہے، مترجم نے اس سلسلے میں خطیب تبریزی کے اختیار کردہ متن اور ترتیب پر اعتماد کیا ہے۔ لیکن خطیب کے یہاں قصیدے میں ۵۷/ اشعار ہیں، قصیدے کا تیسرا شعر ''هَيْفَاءُ مُقْبِلَةٌ الخ''، خطیب کی شرح میں نہیں ہے، ان کے علاوہ بھی کئی حضرات نے اس شعر کو شامل نہیں کیا ہے، البتہ کئی اہم ماخذ میں اس کو درج کیا گیا ہے، اس لیے مترجم نے اس شعر کو شامل کر لیا ہے۔

رب قدیر ومقتدر اس کاوش کو قبول فرمائے، مترجم کے علم واقبال میں اضافہ فرمائے اور ان کو مزید علمی اور تحقیقی کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔

یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
۱۶/ نومبر ۲۰۱۲ء

اسید الحق قادری
خانقاہ عالیہ قادریہ، بدایوں

قصیدہ بانت سعاد: ایک تعارف

مولانا اسید الحق قادری

مذہبی اور ادبی دونوں حلقوں میں حضرت کعب بن زہیر کا قصیدۂ لامیہ موسومہ ''بانت سعاد'' یکساں اہمیت اور مقبولیت رکھتا ہے۔ اس کی دینی اور مذہبی اہمیت تو اس وجہ سے ہے کہ اس کو شاعر نے بارگاہ رسالت میں پیش کیا اور حضور رسالت مآب ﷺ نے اس کو سماعت فرما کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ادبی اہمیت کے لیے اس کے شاعر حضرت کعب بن زہیر کا نام ہی کافی ہے۔ حضرت کعب کا شمار یوں تو عرب کے مایہ ناز شعرا میں ہوتا ہی ہے لیکن اس قصیدے میں ان کا فن، قدرت کلام اور ندرت خیال اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کے ابتدا ہی سے یہ قصیدہ علما اور ادبا دونوں کی توجہ کا مرکز رہا اور اہل علم نے اس کے ساتھ خاص اعتنا برتا۔ زیر نظر مقدمے میں ہم اس قصیدے کی اسی اہمیت اور مقبولیت پر مختلف گوشوں سے روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کعب بن زہیر کا تعارف:

حضرت کعب بن زہیر کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا اور مشرف بہ اسلام ہوئے، ایسے شعرا کو اصطلاح میں ''مخضرم'' کہتے ہیں۔ حضرت کعب کے گھرانے کا یہ عجیب امتیاز ہے کہ ان کے گھرانے کے کئی افراد شاعر ہیں، آپ کے دادا ابو سلمیٰ شاعر تھے، آپ کے والد زہیر بن ابی سلمیٰ زمانہ ماقبل اسلام کے سربرآوردہ شعرا میں سے تھے، ان کو ''اصحاب معلقات'' میں ایک نمایاں مقام ومرتبہ حاصل ہے۔ زہیر کی دونوں بہنیں (حضرت کعب کی پھوپھیاں) سلمیٰ اور خنسا کا شمار عرب کی مایہ ناز شاعرات میں ہوتا ہے، آپ کے بھائی حضرت بجیر بن زہیر بھی شاعر تھے۔ آپ کے صاحبزادے عقبہ بن کعب اور پوتے عوام بن عقبہ بھی اپنے زمانے کے قابل ذکر شعرا میں ہیں۔

تمام ناقدین نے حضرت کعب کو صف اول کے نازک خیال، پرگو اور صاحب طرز شعرا میں شمار کیا ہے، حافظ ابن عبد البر (وفات: ۴۶۳ھ) ابو عمر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال ابو عمر کان کعب بن زهیر شاعراً مجوداً کثیر الشعر،

مقدماً فی طبقته هو واخوه بجیر و کعب اشعرهما وابو هما زهیر فوقهما[۱]

ترجمہ: ابوعمر نے کہا کہ کعب بن زہیر عمدہ اور کثیر گو شاعر تھے، وہ اور ان کے بھائی بجیر اپنے طبقے میں نمایاں ہیں، لیکن کعب بجیر سے بڑے شاعر ہیں اور ان کے والد زہیر ان دونوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے مشہور ناقد خلف الاحمر کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "اگر زہیر کے بعض قصائد نہ ہوتے تو میں ان کو ہرگز ان کے بیٹے کعب پر فوقیت نہ دیتا"[۲]

حضرت کعب کی شاعری کے بارے میں مشہور ناقد و ادیب احمد حسن زیات لکھتے ہیں:

وہ (کعب) شاعری کی نگری میں داخل ہو کر اس کے متفرق کوچوں میں پھرے اور نہایت عمدہ و پسندیدہ اور پرزور شاعری کرنے لگے، اگر ان کی شاعری کے الفاظ میں غرابت، تراکیب میں پیچیدگی، اور مطولات میں خامیاں نہ ہوتی (جن عیوب سے ان کے باپ کی شاعری پاک ہے) تو وہ شاعری میں تقریباً اپنے باپ کے ہم پلہ ہو جاتے، شاعری میں کعب کی قدر و منزلت کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حطیہ جو مشہور شاعروں میں سے ہے کعب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کو مشہور کرنے کے لیے اپنی شاعری میں اس کا تذکرہ کر دیں[۳]

ڈاکٹر سید ابوالفضل 'تاریخ ادبیات عربی' میں لکھتے ہیں:

(کعب بن زہیر) اپنے عہد کے ممتاز شعرا میں سے ہیں، تشبیہات و استعارات کی نزاکت پر انہیں بڑی قدرت حاصل تھی، کلام تعقید سے خالی نہیں۔[۴]

ڈاکٹر عمر فروخ 'تاریخ الادب العربی' میں لکھتے ہیں:

[۱] الاستیعاب: ابن عبدالبر، ج ۱/ص ۲۱۹، ۲۲۰

[۲] مرجع سابق

[۳] تاریخ الادب العربی: احمد حسن زیات، ص ۱۳۱

[۴] تاریخ ادبیات عربی: سید ابوالفضل، ص ۹۴

كان كعب بن زهير شاعراً فحلاً مكثراً مجيداً، ومنهم من قارنه بأبيه، وجعله مع لبيد والنابغة في طبقة واحدة[۵]

ترجمہ: کعب بن زہیر کا شمار سر برآوردہ، کثیر گو اور بہترین شعرا میں ہوتا ہے۔ بعض ناقدین نے ان کا موازنہ ان کے والد (زہیر بن ابی سلمیٰ) سے کیا ہے اور ان کو لبید اور نابغہ ذبیانی کے طبقے میں شمار کیا ہے۔

ناقدین ادب نے حضرت کعب کے جن اشعار کو ان کے بہترین اشعار میں شمار کیا ہے ان میں مندرجہ ذیل اشعار بھی شامل ہیں:

لو كنت اعجب من شئي لاعجبني	سعي الفتى وهو مخبوء له القدر
يسعى الفتى لامور ليس يدركها	فالنفس واحدة والهم منتشر
والمرء ما عاش ممدود له امل	لا تنتهي العين حتى تنتهي الاثر

ترجمہ: اگر مجھے کسی بات پر تعجب ہوتا تو جوان کی جدوجہد پر ضرور تعجب ہوتا حالانکہ اس کی قسمت میں جو لکھا ہے وہ پوشیدہ ہے۔

جوان ایسی چیزوں کے لیے جدوجہد کرتا ہے جنہیں وہ پاتا نہیں ہے، الغرض جان تو ایک ہی ہے البتہ ارادے اور حوصلے مختلف ہیں۔

آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس کی امید دراز رہتی ہے، نشان مٹنے تک آنکھ تو رکتی نہیں۔

حضرت کعب بن زہیر غزوہ حنین کے بعد سنہ ۸ ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ کے ساتھ شعرائے دربار رسالت کے اعزاز سے مفتخر ہوئے، ۲۴ ہجری میں وفات ہوئی۔

قصیدۂ بانت سعاد کی پیش کش اور اس کا پس منظر:

حضرت کعب اسلام لانے سے قبل اپنے اشعار میں حضور اکرم ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے اور اپنے قصیدوں کی تشبیب میں مسلمان عورتوں کا تذکرہ کرتے تھے، جس سے مسلمانوں کو ذہنی اور قلبی اذیت ہوتی تھی۔ آپ کے بھائی حضرت بجیر پہلے ہی اسلام لا چکے تھے، انہوں نے حضرت

---

[۵] تاریخ الادب العربی: عمر فروخ، ج۱/ص ۲۸۳

کعب کو خط لکھا کہ جو شعرا حضور اکرم ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے اور آپ کی ہجو لکھتے تھے، وہ قتل کردیے گئے اور جو بچ گئے وہ دور دراز علاقوں میں جان بچا کر بھاگ گئے ہیں، لہٰذا تم فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، جو بھی ان کی بارگاہ میں تائب ہو کر آتا ہے وہ اس کو معاف فرمادیتے ہیں، اگر تم یہاں آنے کو تیار نہیں ہو تو پھر کوئی جائے امان تلاش کرلو۔ جب حضرت بجیر کا یہ پیغام کعب کو ملا تو انہوں نے اپنے بھائی بجیر کو کچھ اشعار لکھ کر بھیجے جس میں بجیر کو دین اسلام ترک کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی، حضرت بجیر نے یہ اشعار حضور اکرم ﷺ کو دکھائے اور ان کے جواب میں چند اشعار کعب کو لکھ بھیجے۔

یہ اشعار پڑھ کر کعب خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرلیا۔

حضرت کعب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، امان طلب کی، اپنی تقصیروں کی معافی چاہی اور حضور کے دست مبارک میں ہاتھ دے کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ آپ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ مَیں نے ایک قصیدہ نظم کیا ہے، اس کو پیش کرنے اجازت چاہتا ہوں''، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ حضرت کعب نے اپنا قصیدۂ لامیہ پڑھنا شروع کیا، اس وقت مسجد نبوی میں کثیر تعداد میں حضرات مہاجرین وانصار موجود تھے، حضور رسالت مآب آپ کے اس قصیدے سے محظوظ ہوئے، پسند فرمایا اور قصیدے کے اختتام پر اپنی مبارک چادر حضرت کعب کو عطا فرمادی۔ گویا بارگاہ رسالت میں یہ اس قصیدے کی قبولیت کی سند ہو گئی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضور اکرم ﷺ غزوۂ طائف سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

یہ نہایت اختصار واجمال کے ساتھ قصیدۂ بانت سعاد کا پس منظر اور پیش کش وقبولیت کا واقعہ ہے۔ اس واقعے کو ابن اسحاق نے مغازی میں، ابن ہشام المعافری (وفات: ۲۱۳ھ) نے سیرت میں [٦] امام حاکم (وفات: ۴۰۵ھ) نے مستدرک میں [٧] امام بیہقی (وفات: ۴۵۸ھ) نے دلائل النبوۃ میں [٨] امام طبرانی (وفات: ۳۶۰ھ) نے المعجم الکبیر میں [٩] اور ابونعیم

---

[٦] السیرۃ النبویۃ: ابن ہشام، ج۴/ از ص ۲۷۸، تا ص ۲۹۰

[٧] المستدرك علی الصحیحین: حاکم نیشاپوری، ج۴/ از ص ۳، تا ۱۰

[٨] دلائل النبوۃ: بیہقی، ج۵/ از ص ۲۰۷

[٩] المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی، ج۱۹/ از ص ۱۷۶، تا ص ۱۷۹

(وفات: ۴۳۰ھ) نے معرفۃ الصحابہ میں [۱۰] کسی نے اختصار اور کسی نے تفصیل سے روایت کیا ہے۔ ان روایتوں میں بیان کردہ واقعے کی جزئیات میں اختلاف ہوسکتا ہے مگر منجملہ تمام روایتوں کا خلاصہ اور لب لباب وہی ہے جو ہم نے اوپر اجمالاً بیان کیا۔

پھر انہیں کتب کے حوالے سے اس واقعے کو حافظ ابن حجر (وفات: ۸۵۲ھ) نے 'الاصابہ' میں [۱۱] ابن الاثیر (وفات: ۶۳۰ھ) نے اسد الغابۃ میں [۱۲] حافظ ابن کثیر (وفات: ۷۷۴ھ) نے البدایہ والنہایہ میں [۱۳] حافظ ابن عبد البر (وفات: ۴۶۳ھ) نے الاستیعاب میں [۱۴] امام قسطلانی (وفات: ۹۲۳ھ) نے المواہب اللدنیہ میں [۱۵] اور ابن قتیبہ (وفات: ۲۷۶ھ) نے الشعر والشعرا میں [۱۶] نقل کیا ہے۔ یہاں ہم نے صرف چند اہم اور بنیادی کتابوں کے حوالوں اور ذکر پر اکتفا کیا ہے ورنہ سیرت طیبہ، احوال صحابہ اور تاریخ ادب عربی پر لکھی جانے والی عربی اور اردو کی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں اجمال یا تفصیل کے ساتھ قصیدۂ بانت سعاد، اس کے شاعر اور اس کو پیش کیے جانے کا واقعہ نہ لکھا گیا ہو۔

واقعے کی تفصیلات:

گذشتہ سطور میں، ہم نے قصیدے کے پس منظر کا اجمالی خاکہ پیش کیا تھا، اب ہم اس واقعے اور اس کے متعلقات کا قدرے تفصیلی تذکرہ کریں گے تاکہ واقعے کی تمام جزئیات وتفصیلات روشنی میں آسکیں۔

امام حاکم اور امام بیہقی اپنی اپنی سندوں سے ابراہیم بن منذر سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت کعب کے پرپوتے حجاج سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد ذی الرقیبہ سے وہ اپنے والد عبد الرحمٰن بن کعب بن زہیر سے روایت کرتے ہیں کہ:

---

[۱۰] معرفۃ الصحابہ: ابونعیم اصفہانی، از ص ۲۳۷۷، تا ۲۳۷۹

[۱۱] الاصابۃ: ابن حجر عسقلانی، ج ۹/ از ص ۲۷۱، تا ص ۲۷۴

[۱۲] اسد الغابۃ: عز الدین ابن اثیر، ج ۴/ از ص ۴۴۹، تا ص ۴۵۱

[۱۳] البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر، ج ۷/ از ص ۱۲۳، تا ص ۱۴۰

[۱۴] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابن عبد البر، ج ۱/ از ص ۲۰۹، تا ص ۲۲۱

[۱۵] المواهب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ: احمد بن محمد قسطلانی، ج ۱/ از ص ۳۴۳، تا ۳۴۶

[۱۶] الشعر والشعرا: ابن قتیبۃ دینوری، ج ۱/ ص ۱۵۴، ۱۵۵

خرج كعب و بجير ابنا زهير حتى اتيا ابرق العراف ، فقال بجير لكعب اثبت فی عجل هذا المكان حتى آتی هذا الرجل یعنی رسول الله ﷺ فاسمع ما يقول ، فثبت كعب وخرج بجير ، فجاء رسول الله ﷺ فعرض عليه الاسلام ، فأسلم وبلغ ذلك كعباً فقال:

الا ابلغا عني بجيراً رسالة | على اى شئ غير ذلك دلكا
على خلق لم تلف اماً ولا اباً | عليه ولم تدرك عليه اباً لكا
سقاك ابو بكر بكأس روية | وأنهلك المأمون منها وعلكا [۱۷]

ترجمہ: زہیر کے دونوں بیٹے کعب اور بجیر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ 'ابرق العراف' تک پہنچ گئے ، بجیر نے کعب سے کہا کہ تم اسی جگہ ٹھہرو میں اُس شخص (یعنی حضور اکرم ﷺ) کے پاس جاتا ہوں تا کہ ان کا کلام سنوں کہ وہ کیا کہتے ہیں ، چنانچہ کعب وہیں ٹھہر گئے اور بجیر روانہ ہو گئے ، یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، حضور اکرم ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی ، تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب یہ خبر کعب کو ملی تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

(ترجمہ اشعار) میری طرف سے بجیر کو پیغام پہنچا دو کہ اس (دین) کے علاوہ دوسرے وطیرۂ دین پر تجھے کس نے ہدایت دی ؟ ایسے وطیرے پر جس پر تو نے نہ اپنی ماں کو پایا نہ اپنے باپ کو پایا، ابوبکر نے تجھے خوب سیراب کر کے پلایا، پھر مامون (یعنی حضور ﷺ) نے تجھے پہلی بار پلایا پھر دوسری بار پلایا۔

امام حاکم اور بیہقی آگے فرماتے ہیں کہ جب یہ اشعار حضور اکرم ﷺ تک پہنچے تو آپ نے ان کا خون حلال کر دیا اور فرمایا کہ جس کو بھی کعب مل جائے وہ اسے قتل کر دے۔ ان کے بھائی بجیر نے یہ بات کعب کو لکھ بھیجی کہ حضور اکرم ﷺ نے تمہارا خون مباح کر دیا ہے، مزید یہ بھی لکھا کہ:

اعلم ان رسول الله ﷺ لا يأتيه احد يشهد ان لا اله الا الله و ان

---

[۱۷] (الف) المستدرك على الصحيحين: حاکم نیشاپوری، ج ۴/ص ۴

(ب) دلائل النبوۃ: بیہقی، ج ۵/ص ۲۰۸

محمدا رسول الله الا قبل ذلك منه واسقط ما كان قبل ذلك فاذا جاء ك كتابي هذا فاسلم واقبل۔

فاسلم كعب وقال القصيدة التي يمدح فيها رسول الله ﷺ[۱۸]

ترجمہ: (اے کعب) جان لو کہ جو بھی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوا حاضر ہوتا ہے وہ اس کو قبول فرماتے ہیں، اور اس کے ماقبل کے تمام جرموں سے درگذر فرماتے ہیں۔لہٰذا جیسے ہی تمہیں میرا یہ خط ملے تو فوراً اسلام قبول کرلو اور آجاؤ۔(چنانچہ) کعب اسلام لے آئے اور انہوں نے وہ قصیدہ کہا جس میں انہوں نے رسول اللہ کی مدح کی ہے۔

اس کے بعد امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت کعب کے مدینہ منورہ آنے کا واقعہ ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کعب نے مدینے کا سفر کیا، جب وہ مدینے پہنچے تو اپنا اونٹ مسجد نبوی کے دروازے پر روکا اور مسجد میں داخل ہوئے، حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں اپنے اصحاب کرام کے ساتھ جلوہ گر تھے، لوگ آپ کے گرد حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ کبھی ایک طرف کے لوگوں کی جانب ملتفت ہوتے اور ان سے کلام فرماتے، کبھی دوسری جانب کے لوگوں کی طرف التفات فرماتے اور ان سے گفتگو فرماتے۔کعب کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا، مَیں ان کی جانب بڑھا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔مَیں نے سلام عرض کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور عرض کیا کہ "یارسول اللہ مجھے امان عطا فرمایئے۔" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تم کون ہو"، مَیں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ مَیں کعب بن زہیر ہوں" یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا "وہی جو (شعر) کہتا ہے؟"۔پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کیسے شعر کہتا ہے، تو حضرت ابو بکر نے کعب کا یہ شعر پڑھا:

سقاك ابو بكر بكأس روية　　　وأنهلك المأمون منها وعلكا

حضرت کعب نے عرض کیا "یارسول اللہ مَیں نے یہ نہیں کہا ہے"، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "تو پھر تم نے کیا کہا ہے؟" کعب نے عرض کیا کہ مَیں نے تو یوں کہا ہے:

---

[۱۸] الف: المستدرك على الصحيحين: حاکم نیشاپوری، ج۴/ص۴۔ب: دلائل النبوة: بیہقی، ج۵/ص۲۰۸

سقاك ابو بكر بكأس روية وأنهلك المأمور منها وعلكا

یعنی لفظ "مامون" کی بجائے "مامور" نظم کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "بے شک میں مامور ہی ہوں"۔ پھر حضرت کعب نے اپنا مکمل قصیدہ سنایا۔ [۱۹]

امام حاکم اور بیہقی کی روایتوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ امام حاکم کے مطابق حضرت کعب نے پہلے "انهلك المامور" کہا تھا، جب حضور نے پوچھا تو آپ نے "انهلك المامون" کردیا، یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا "یقیناً میں مامون ہوں"۔ [۲۰]

اس کے بعد امام بیہقی نے قصیدے کا مطلع اور چند اشعار درج کرنے پر اکتفا کیا ہے، جب کہ امام حاکم نے قصیدے کے ۵۱ شعر درج کیے ہیں۔

ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ حاکم اور بیہقی کی مذکورہ روایت سے قدرے مختلف ہے، لکھتے ہیں:

ولما قدم رسول الله ﷺ من منصرفه عن الطائف كتب بجير بن زهير بن ابى سلمى الى اخيه كعب بن زهير يخبره أن رسول الله ﷺ قتل رجالاً بمكة ممن كان يهجوه ويؤذيه، وأن من بقى من شعراء قريش ابن الزبعري وهبيرة ابن ابى وهب قد هربوا فى كل وجه، فان كانت لك في نفسك حاجة فطر الى رسول الله ﷺ فانه لا يقتل احداً جاءه تائباً وان انت لم تفعل فانج الى نجائك من الأرض [۲۱]

ترجمہ: جب رسول اکرم ﷺ طائف سے واپس (مدینہ منورہ) تشریف لائے، تو بجیر بن زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط لکھ کر خبر دی کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتے تھے اور آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے ان میں سے بعض کو مکہ میں قتل کردیا گیا ہے۔ قریش کے جو شعرا مثلاً ابن زبعری اور ہبیرہ بن وہب وغیرہ بچ گئے تھے وہ بھاگ نکلے۔ لہٰذا اگر تمہیں اپنی جان

---

[۱۹] ترجمہ ملخصاً از دلائل النبوۃ: بیہقی، ج۵/ص ۲۰۸، ۲۰۹

[۲۰] المستدرك على الصحيحين: حاکم نیشاپوری، ج۴/ص ۴، ۵

[۲۱] السيرة النبوية: ابن ہشام ج۴/ ۲۷۸

بچانے کی فکر ہے تو فوراً رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑو، اس لیے کہ جو بھی ان کے پاس تائب و نادم ہو کر آتا ہے وہ اس کو قتل نہیں کرتے۔ اور اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پھر اپنی نجات کے لیے زمین میں کوئی جگہ تلاش کرلو۔

اپنے بھائی بجیر بن زہیر کے اس مخلصانہ اور دردمندانہ مشورے پر عمل کرنے کی بجائے کعب بن زہیر نے اس خط کے جواب میں چند شعر لکھ کر اپنے بھائی کو روانہ کر دیے۔

کعب کہتے ہیں:

الا ابلغا عني بجيراً رسالة　　　فهل لك فيما قلت ويُحك هل لكا

ترجمہ: میری جانب سے بجیر تک یہ پیغام پہنچا دو کہ (اے بجیر) تیرا برا ہو جو کچھ تو نے (اشعار کی صورت میں) کہا ہے، کیا واقعی وہ تیرا ہی قول ہے؟۔

فبين لنا ان كنت لست بفاعل　　　على اى شئ غير ذلك دلكا

ترجمہ: تو ہمیں وضاحت سے بیان کر اگر تو ایسا کرنے والا نہیں ہے (یعنی اپنے دین پر رہنے والا نہیں ہے) کہ اس دین کے علاوہ کس چیز کی جانب انہوں نے تیری رہنمائی کی؟

على خلق لم الف يوماً ابا له　　　عليه وما تلفى عليه ابا لكا

ترجمہ: ایک ایسے وطیرے کی جانب (تیری رہنمائی کی گئی) کہ نہ مَیں نے اس کے باپ کو اس پر پایا اور نہ تو نے اپنے باپ کو اس پر (عمل کرتے ہوئے) پایا۔

فان انت لم تفعل فلست بآ سف　　　ولا قائل اما عثرت لعا لكا

ترجمہ: اگر تو ایسا نہیں کرتا (یعنی اپنے پرانے دین پر رہنا نہیں چاہتا) تو مَیں اس پر افسردہ نہیں ہوں اور نہ ہی (تجھ سے اس سلسلے میں اب) کچھ کہنے والا ہوں، اب اگر تو ٹھوکر کھائے تو اللہ تیری ٹھوکر کو معاف کرے۔

سقاك بها المامون كأساً روية　　　فأنهلك المأمون منها وعلكا

ترجمہ: مامون (یعنی حضور اکرم ﷺ) نے تجھے اس (دین) کا پیالہ خوب سیراب کر کے پلایا اور اس پیالے سے بار بار پلایا ہے۔

ابن ہشام نے ان اشعار کی ایک روایت اور نقل کی ہے، جس میں مجموعی طور پر اشعار کا مفہوم وہی

ہے جو مذکورہ بالا اشعار میں ہے، اشعار کی ترتیب اور بعض جگہ الفاظ میں اختلاف ہے۔
اس کے بعد ابن ہشام لکھتے ہیں:

وبعث بها الى بجير فلما اتت بجير كره ان يكتمها رسول الله ﷺ فأنشده اياها فقال رسول الله ﷺ لما سمع "سقاك بها المامون" صدق وانه لكذوب أنا المامون ولما سمع "على خلق لم تلف اماً ولا اباً عليه "قال اجل لم يلف عليه اباه ولا امه[۲۲]

ترجمہ: (کعب نے) یہ اشعار بجیر کے پاس بھیجے، جب یہ اشعار بجیر کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو حضور اکرم ﷺ سے چھپانا مناسب نہیں سمجھا اور یہ اشعار حضور اکرم ﷺ کو سنا دیے، جب آپ نے یہ سنا کہ "اے بجیر تجھے امانت والے نے پیالہ پلا دیا ہے" تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس (کعب) نے درست کہا اگرچہ وہ جھوٹا ہے، بے شک مَیں امانت والا ہوں، جب آپ نے یہ سنا کہ "ایسے دین پر جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہ پایا" تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یقیناً اس نے اپنے ماں باپ کو اس دین پر نہ پایا"۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ کعب کے ان اشعار کے جواب میں بجیر نے ان کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

من مبلغ كعباً فهل لك في التي ... تلوم عليها باطلاً وهي احزم

الى الله لا العزى ولا اللات وحده ... فتنجو اذا كان النجاء وتسلم

ترجمہ: کون ہے جو کعب تک یہ بات پہنچا دے کہ (اے کعب) تو جس (دین) پر (مجھے) ملامت کر رہا ہے کیا اس میں کوئی غلط بات ہے؟ حالانکہ وہ ہی واحد (دین) ہے جو اللہ کی طرف (نہ کہ لات وعزیٰ کی جانب) لے جانے کا نہایت پختہ (اور مضبوط راستہ) ہے۔ پس تو بھی (اسی راستے کو اختیار کر کے) نجات اور سلامتی حاصل کر سکتا ہے۔

لدى يوم لا ينجو وليس بمفلت ... من الناس الا طاهر القلب مسلم

ترجمہ: (تو نجات و سلامتی حاصل کر سکتا ہے) اس دن جس دن لوگوں میں سے صرف

[۲۲] السیرۃ النبویۃ: ابن ہشام، ج۴/ص ۲۷۹

پاکیزہ قلب مسلمان ہی نجات یافتہ اور بچ کر نکلنے والا ہوگا۔

فدین زهیر وهو لا شئ دینه وديـن ابـي سـلـمـى علـي محرم

ترجمہ: پس زہیر (ہم دونوں کے والد) کا دین بھی کوئی دین ہے، اور (ہم دونوں کے دادا) ابوسلمیٰ کا دین مجھ پر حرام ہے۔

ابن اسحاق کی روایت کے حوالے سے ابن ہشام آگے لکھتے ہیں کہ:

ابن اسحاق نے کہا کہ جب بجیر کا خط کعب کو ملا تو ان پر زمین تنگ ہوگئی، ان کو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا، ان کے جو دشمن وہاں حاضر تھے انہوں نے ان کے بارے میں بری خبریں پھیلا دیں اور کہنے لگے کہ یہ یقیناً اب قتل کیا جائے گا۔ جب ان کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو بالآخر انہوں نے وہ قصیدہ نظم کیا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کی ہے، اس قصیدے میں انہوں نے اپنے خوف اور دشمنوں کے افواہیں پھیلانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر وہ روانہ ہوئے اور مدینے پہنچے، قبیلہ جہینہ کے ایک شخص سے ان کی جان پہچان تھی اس کے یہاں فروکش ہوئے، پھر صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ادا فرما رہے تھے، کعب نے بھی آپ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ پھر لوگوں نے حضور کی طرف اشارہ کر کے انہیں بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں ان کے پاس جاؤ اور امان طلب کرو۔

(ابن اسحاق کہتے ہیں کہ) مجھ سے بیان کیا گیا کہ کعب حضور کی طرف بڑھے اور حضور کے قریب بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر ان کو پہچانتے نہ تھے، انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر آپ کی بارگاہ میں آنا چاہتا ہے اگر مَیں اس کو لے آؤں تو کیا آپ اس کو قبول فرمالیں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ہاں''، (یہ سن کر) کعب نے کہا کہ مَیں ہی کعب بن زہیر ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے روایت کی کہ (جب کعب نے اپنا تعارف کروایا تو) انصار میں سے ایک صحابی ان کی طرف جھپٹے اور عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ مَیں اس اللہ کے دشمن کا سر قلم کر دوں''، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اس کو چھوڑ دو کیوں کہ یہ توبہ کر کے اور اپنی پرانی روش کو ترک کر کے آیا ہے''۔ اس کے بعد حضرت کعب

نے بارگاہ رسالت میں اپنا قصیدہ پیش کیا۔[۲۳]

روایات کا فنی جائزہ:

یہاں اس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ گذشتہ سطور میں اس قصیدے کے سبب نظم اور پیش کش کے سلسلے میں جو روایات پیش کی گئیں فنی اعتبار سے ان میں سے کوئی روایت علت و ضعف سے خالی نہیں ہے۔ابن ہشام نے ابن اسحاق کی جو روایت ذکر کی ہے وہ منقطع ہے۔حاکم اور بیہقی کی جو روایت ہم نے ابتدا میں ذکر کی ہے وہ ابراہیم بن منذر حزامی سے مروی ہے، وہ حضرت کعب کے پرپوتے حجاج سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد ذی الرقیبہ سے وہ اپنے والد عبدالرحمٰن بن کعب سے۔اس پر یہ نقد کیا جاسکتا ہے کہ حجاج، ان کے والد ذوالرقیبہ اور ان کے والد عبدالرحمٰن تینوں مجہول ہیں۔

ابراہیم بن منذر حزامی کی دوسری سند بھی ہے، وہ روایت کرتے ہیں معن بن عیسیٰ سے، وہ محمد عبدالرحمٰن الاوقص سے، وہ علی بن زید بن جدعان سے۔حاکم، بیہقی اور ابن ہشام نے اس طریق سے بھی یہ قصہ روایت کیا ہے۔اس پر یہ نقد کیا جاسکتا ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن الاوقص کو ناقدین نے ضعیف قرار دیا ہے، علی بن زید بن جدعان اولاً تو خود ضعیف ہیں اور پھر وہ اس کو متصلاً نہیں بلکہ مرسلاً روایت کررہے ہیں۔

ابراہیم بن منذر کی تیسری روایت محمد بن فلیح سے ہے جو موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں، اس کو حاکم نے ذکر کیا ہے، اس میں کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ موسیٰ بن عقبہ ثقہ ہیں مگر ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے، وہ عموماً تابعین سے روایت کرتے ہیں، اس لیے یہ روایت معضل یا مرسل ہے۔

اس کی ایک روایت زبیر بن بکار سے ہے، وہ بعض اہل مدینہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت یحییٰ بن سعید انصاری سے، انہوں نے اپنے والد حضرت سعید بن میتب سے روایت کی ہے۔اس طریق سے ابن قانع نے معجم صحابہ میں روایت کی ہے، حافظ ابن حجر نے بھی انہیں کے حوالے سے اصابہ میں روایت نقل کی ہے (حوالہ آگے آرہا ہے)۔اس پر یہ نقد ہوسکتا ہے کہ یہ

---

[۲۳] ترجمہ ملخصاً از السیرۃ النبویۃ: ابن ہشام ج ۴/ص ۲۸۰/ ۲۸۱

''بعض اہل مدینہ'' کون ہیں؟ ان کا نام معلوم نہیں۔ پھر حضرت سعید بن مسیب تابعی ہیں وہ اس کو مرسلاً روایت کررہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس قصے کی جتنی روایتیں ہیں ان میں سے تقریباً ہر ایک میں کوئی نہ کوئی علت ضعف موجود ہے۔

ہمارے ناقص خیال میں یہاں دو امور قابل توجہ ہیں:

الف: کبار محدثین اور علما کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب معاملہ باب عقائد یا حلال وحرام کا ہو تو ان کا معیار رد وقبول سخت ہوتا ہے اور اگر فضائل اعمال، سیر ومغازی اور عام تاریخی واقعات کی روایت ہو تو ان امور کے رد وقبول میں وہ سختی اور شدید احتیاط بروئے کار نہیں لاتے جو عقائد اور حلت وحرمت کے باب میں برتی جاتی ہے۔ اسی لیے سیرت ومغازی اور تاریخی واقعات کے سلسلے میں ایسی روایات بھی کسی نہ کسی درجے میں قابل قبول ہوتی ہیں جن میں کچھ ضعف ہو۔

زیر بحث روایات سے نہ کوئی عقیدہ ثابت کیا جارہا ہے، نہ ہی حلت وحرمت کے سلسلے میں کسی مسئلے کا استنباط کیا جارہا ہے اور نہ ہی ان میں ایسی کوئی بات ہے جو عقل وشرع کے مخالف ہو، یہ سیرت طیبہ کا ایک واقعہ ہے، جس سے زیادہ سے زیادہ حضرت کعب کے اس قصیدے کی قدر ومنزلت ثابت ہورہی ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے روایت ضعیف بھی ہو تو اس کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

ب: دوسری بات یہ کہ ان روایات کی اسناد پر فنی اعتبار سے جو نقد کیے گئے وہ ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بنیاد پر ان روایات کو موضع اور واہی قرار دے دیا جائے۔ ان میں کوئی راوی ایسا نہیں ہے جو کذب یا وضع سے متہم ہو۔ یہ روایات ضعیف ضرور ہیں مگر اس درجے کا ضعف شدید ان میں نہیں ہے کہ اس قسم کے معاملات میں بھی قابل قبول نہ ہوں۔

الغرض عام تاریخی واقعات، ادبی شہ پاروں اور فضائل ومغازی کے لیے بھی اگر بخاری ومسلم کے شرائط کی ضد پکڑ لی جائے تو نہ صرف یہ کہ تاریخ نویسی کا قافیہ تنگ ہوجائے گا بلکہ یہ سلف کے معروف ومختار موقف ومنہج سے انحراف بھی ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ کا اصلاح فرمانا:

اس قصیدے کے سلسلے میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ جب حضرت کعب نے یہ شعر پڑھا:

ان الرسول لسیف یستضاء بہ
مھند من سیوف الھند مسلول

تو حضور اکرم ﷺ نے اس میں اصلاح فرماتے ہوئے بجائے ''سیوف الھند'' کے ''سیوف اللہ'' کردیا۔ یہ بات ابن ہشام اور شیخ باجوری سمیت بعض شارحین قصیدہ نے لکھی ہے، لیکن اولاً تو ان دونوں حضرات نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا، دوسرے یہ کہ انہوں نے اس کو ''رُوِيَ'' اور ''یُروی'' جیسے صیغوں کے ساتھ بیان کیا ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ اس قسم کے مجہول صیغے عموماً مرجوح روایتوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جن متقدمین محدثین و مؤرخین نے اپنی سند کے ساتھ اس پورے واقعے کی روایت کی ہے انہوں نے اتنی تفصیل سے کام لیا ہے کہ پورا کا پورا قصیدہ نقل کردیا، مگر اس کے باوجود حضور اکرم کے اصلاح فرمانے کا تذکرہ نہیں کیا، جب کہ یہ بات قابل ذکر تھی۔ اس سلسلے میں اب تک جو روایات ہمارے ناقص اور محدود مطالعے میں آئیں ہیں ان میں اس بات کا تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اکرم ﷺ کا چادر عطا فرمانا:

امام قسطلانی نے ابوبکر بن الانباری (وفات: ۳۲۸ھ) کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت کعب قصیدہ پیش کرنے کے دوران اس شعر پر پہنچے:

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف اللہ مسلول

ترجمہ: بے شک رسول خدا ایسا نور ہیں جن سے (ہدایت کی) روشنی حاصل کی جاتی ہے،
آپ اللہ کی کھنچی ہوئی تلواروں میں ایک عمدہ تلوار ہیں۔

تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی وہ ردائے مبارک جو اس وقت آپ کے جسم اقدس پر تھی حضرت کعب کو عطا فرمادی۔ بعد میں حضرت امیر معاویہ نے اس ردائے مبارک کو خریدنے کے لیے حضرت کعب کو دس ہزار درہم کی پیش کش کی، لیکن حضرت کعب نے بیچنے سے انکار کردیا۔ جب حضرت کعب کی وفات ہوگئی تو حضرت معاویہ نے ان کے ورثا سے بیس ہزار درہم میں وہ مبارک چادر خرید

لی۔ابن انباری کہتے ہیں کہ یہ وہی چادر ہے جو آج تک (یعنی چوتھی صدی ہجری تک) سلاطین کے پاس موجود ہے۔[۲۴]

اس کی شرح میں علامہ زرقانی (وفات:۱۱۲۲ھ) نے لکھا ہے:

قال الشامی ولا وجود لھاالآن والظاھر انھا فقدت فی وقعة التتار[۲۵]

ترجمہ: شامی نے کہا کہ اس چادر کا اب کوئی وجود نہیں ہے، غالبًا یہ تاتاری فتنے کے وقت مفقود ہوگئی۔

علامہ ابن خلدون حضرت کعب کے قبول اسلام اور قصیدے کی پیش کش کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واعطاہ بردۃ فی ثواب مدحه فاشتراھا معاویه من ورثته بعد موته وصار الخلفا یتوارثونھا شعاراً[۲۶]

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے کعب بن زہیر کو ان کی مدح کے صلے میں چادر عطا فرمائی، پھر حضرت امیر معاویہ نے حضرت کعب کی موت کے بعد اس چادر کو ان کے وارثین سے خرید لیا، پھر خلفا اس چادر کو علامت کے طور پر نسلاً بعد نسل منتقل کرنے لگے۔

ابن اثیر نے بھی اسد الغابہ میں ردائے مبارک عطا کرنے کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

وکان رسول الله ﷺ قد اعطاہ بردۃ له وھی التی عند الخلفا الی الآن[۲۷]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی چادر عطا فرمائی تھی، یہ وہی چادر ہے جو اب تک خلفا کے پاس موجود ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ابن اثیر کی مذکورہ روایت نقل کی ہے مگر ساتھ ہی اس روایت

---

[۲۴] ترجمہ ملخصاً المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة: احمد بن محمد القسطلانی، ج۱/ص۳۴۵

[۲۵] شرح الزرقانی علی المواھب: ج۴/ص۶۲

[۲۶] تاریخ ابن خلدون: عبدالرحمٰن بن خلدون، ج۲/ ۴۶۷

[۲۷] اسد الغابہ: ابن اثیر، ج۴/ص۴۵۱

کے سلسلے میں اپنے عدم اطمنان کا اظہار بھی کر دیا ہے، لکھتے ہیں:

قلت وهذا من الامور المشهورة جداً، ولكن لم ارى ذلك فى شئ من هذه الكتب المشهورة باسناد ارتضيه [۲۸]

ترجمہ: یہ بات (یعنی ردائے مبارک عطا فرمانا) بہت زیادہ مشہور ہے، لیکن اس سلسلے میں مَیں نے مشہور کتابوں میں کوئی ایسی سند نہیں دیکھی جو قابل اطمنان ہو۔

ابو الحسین عبدالباقی ابن قانع (وفات: ۳۵۱ھ) نے 'معجم الصحابہ' میں حضرت کعب کے ایمان لانے، مدینہ منورہ حاضر ہونے اور بارگاہ رسالت میں قصیدہ پیش کرنے کا واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو واثلہ عبدالرحمٰن بن الحسین المزنی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے زبیر بن بکار نے بعض اہل مدینہ سے روایت کی، انہوں نے حضرت یحییٰ بن سعید انصاری سے، انہوں نے اپنے والد حضرت سعید بن میتب سے۔ پھر حضرت کعب کا واقعہ مذکور ہے، روایت کے آخر میں ہے:

فكساه النبى ﷺ بردة له فاشتراها معاوية من ولده بمال فهى البردة التى تلبسها الخلفاء فى الاعياد [۲۹]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی چادر اڑھادی، پھر حضرت معاویہ نے ان کے بیٹے سے وہ چادر خرید لی، یہ وہی چادر ہے جو خلفا عید کے موقع پر اوڑھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے بھی اس روایت کو ابن قانع کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

واخرج ابن قانع من طريق الزبير بن بكار عن بعض اهل المدينة، عن يحيىٰ بن سعيد عن سعيد بن مسيب قال الخ [۳۰]

عربی میں چادر کو بردہ کہتے ہیں، اسی بنیاد پر بعض حضرات نے اس قصیدے کو "قصیدہ بردہ" کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ اگرچہ اس نام سے امام بوصیری کے قصیدہ میمیہ کو زیادہ شہرت ملی۔ شیخ

---

[۲۸] البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر، ج ۷/ص ۱۳۷

[۲۹] معجم الصحابۃ لابن قانع: ج ۲/ص ۳۸۱

[۳۰] الاصابة فى تمييز الصحابة: ابن حجر عسقلانی، ج ۹/ص ۲۷۳

ابرراہیم باجوری چادر عطا فرمانے والی مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولذا قال اهل العلم هذه القصيدة هي التي حقها ان تسمى بالبردة لان المصطفى ﷺ اعطا كعباً بردتهالشريفة واما قصيدة البوصيري فحقها ان تسمى بالبرأة[۳۱]

ترجمہ: اسی لیے اہل علم نے کہا ہے کہ اسی قصیدے کا حق ہے کہ اس کا نام "قصیدۂ بردہ" رکھا جائے، کیوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت کعب کو بردہ (چادر) عطا فرمائی تھی، حضرت بوصیری کے قصیدے کو "قصیدہ برأت" کہا جانا چاہیے۔

کیوں کہ اس قصیدے کی برکت سے حضرت بوصیری فالج جیسے مرض سے بری ہو گئے تھے۔

جرجی زیدان نے 'تاریخ التمدن الاسلامی' میں اس ردائے مبارک کے سلسلے میں جو معلومات فراہم کی ہیں ان پر بھی ایک نظر ڈالنا ضروری ہے، لکھتے ہیں:

فظلت البردة عند اهل كعب حتى اشتراها منهم معاوية ابن ابى سفيان فى اثناء خلافته باربعين الف درهم وتوارثها الخلفاء الأمويون والعباسيون ، وذكر ابو الفدا انها انتقلت من العباسيين الى التتر لكنها الآن فى جملة المخلفات النبوية فى السراى القديمة فى الآستانة ۔ ولعل ابى الفدا وهم بما علمه من غزو التتر بغداد وفرار العباسيين الى مصر ، فظن البردة كانت من جملة ما انتهبوه من قصر الخليفة ، والظاهر ان العباسيين حملوا البردة معهم الى مصر فأخذها السلطان سليم مع الخلافة[۳۲]

ترجمہ: یہ چادر حضرت کعب کے گھر والوں کے پاس رہی، یہاں تک کہ حضرت معاویہ بن سفیان نے اپنے عہد خلافت میں اس کو چالیس ہزار درہم میں خرید لیا۔ پھر اموی اور عباسی خلفا میں وہ چادر وراثتاً منتقل ہوتی رہی۔ ابوالفدا نے

---

[۳۱] الاسعاد فی بانت سعاد: ص ۵

[۳۲] تاریخ التمدن الاسلامی: جرجی زیدان، ج ۱/ ۱۲۹

ذکر کیا ہے کہ وہ عباسیوں سے تاتاریوں کے پاس چلی گئی۔ لیکن آج (یعنی جرجی زیدان کے دور میں) وہ چادر آستانہ (ترکی) کے مقام سرائے قدیم میں موجود حضور کے تبرکات وآثار میں شامل ہے، غالباً ابوالفدا کو بغداد پر تاتاری حملے اور عباسیوں کے مصر بھاگ نکلنے کی وجہ سے وہم ہوا، انہوں نے گمان کیا کہ یہ چادر منجملہ اس سامان میں شامل تھی جس کو تاتاریوں نے خلیفہ کے محل سے لوٹا تھا۔ حالاں کہ غالب گمان یہ ہے کہ عباسی اس چادر کو اپنے ساتھ مصر لے گئے تھے، پھر ان سے خلافت کے ساتھ وہ چادر بھی سلطان سلیم نے لے لی۔

جرجی زیدان کی اس اطلاع پر کہاں تک اعتماد کیا جا سکتا ہے یہ ایک الگ بحث ہے، سردست ہمیں اس روایت کا جائزہ لینا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کا قصیدہ سماعت فرما کر ان کو چادر عطا فرمائی تھی۔ یہ آپ ملاحظہ فرما چکے کہ حافظ ابن کثیر نے اس روایت پر اپنے عدم اطمنان کا اظہار کیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت کعب کے قصیدہ پیش کرنے کی جو روایات امام بیہقی، امام حاکم، امام طبرانی اور ابن اسحاق کے حوالے سے ابن ہشام نے ذکر کی ہیں ان میں چادر عطا فرمانے کا تذکرہ نہیں ہے۔ امام قسطلانی نے ابن انباری کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے مگر سند یا حوالہ ذکر نہیں فرمایا، ابن اثیر نے بھی بغیر حوالہ اور سند اس کا ذکر کیا ہے، البتہ ابن قانع نے اپنی سند سے عطائے بردہ کا ذکر کیا ہے، اسی کو حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں بغیر کسی نقد وجرح کے نقل کیا ہے۔

یہاں اس روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس میں ''بعض اہل مدینہ'' سے روایت کی گئی ہے، ان کا نام مذکور نہیں، دوسرے یہ کہ حضرت سعید بن میتب تابعی ہیں وہ خود تو اس موقع پر موجود نہیں تھے، لہٰذا انہوں نے کسی دوسرے ہی سے یہ واقعہ سنا ہوگا، مگر انہوں نے ان کا نام ذکر نہیں کیا، جس کی وجہ سے روایت میں ''ارسال'' کا عیب پیدا ہوگیا، یہ دونوں حدیث کے ضعف کی علامتیں ہیں۔

ہمارے خیال میں اس روایت کو بھی انہی دو بنیادی نکتوں کی روشنی میں دیکھا جانا چاہیے جن کا ذکر ہم نے گذشتہ صفحات میں کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ حضرت سعید بن میتب تابعی ہیں، اس لیے

روایت مرسل ہے، لیکن اولاً تو اس قسم کے معاملات میں مراسیل بھی قابل قبول ہوتی ہیں، دوسرے یہ کہ حضرت سعید بن مسیّب کی مراسیل کو علما و محدثین جس خاص اہمیت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ ماہرین پر پوشیدہ نہیں۔ اب صرف ''بعض اہل مدینہ'' کے ابہام کا مسئلہ رہ گیا ورنہ یحیٰ بن سعید، زبیر بن بکار اور ابو واثلہ مزنی سب کے سب ثقہ ہیں۔

انصار کی مدح:

گذشتہ سطور میں ذکر کیا گیا کہ جب حضرت کعب نے اپنی شناخت ظاہر کی تو انصار میں سے ایک صحابی نے ان کے قتل کا ارادہ کیا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے ان کو امان عطا فرمائی۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اس سے حضرت کعب کے دل میں حضرات انصار کی جانب سے ملال پیدا ہوا، لہٰذا آپ نے قصیدہ بانت سعاد میں نہ صرف یہ کہ صحابہ میں سے صرف مہاجرین کی مدح فرمائی، بلکہ ایک جگہ مہاجرین کی مدح کے ضمن میں ایک ایسا لفظ استعمال کیا جس سے انصار کی ہجو کا پہلو نکلتا تھا۔ بعد میں جب آپ سے یہ بات کہی گئی تو آپ نے انصار کی مدح میں ایک عمدہ قصیدہ نظم کیا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں:

قال ابن اسحاق قال عاصم بن عمر بن قتادة : فلما قال کعب " اذا عرد السود التنابیل " وانما یریدنا معشر الانصار ،لما کان صاحبنا صنع به ما صنع، وخص المهاجرین من قریش من اصحاب رسول الله ﷺ بمدحته ، غضبت علیه الانصار ،فقال بعد ان اسلم یمدح الانصار ویذکر بلائهم مع رسول الله ﷺ وموضعهم من الیمن[۳۳]

ترجمہ: ابن اسحاق نے کہا کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے کہا کہ جب (حضرت) کعب نے (قصیدے میں یہ) کہا'' اذا عرد السود التنابیل ''(یعنی جب کالے رنگ کے پستہ قد لوگ بھاگتے ہیں) اور اس سے ہماری جماعت انصار مراد لی، کیوں کہ ہمارے ایک آدمی نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی تھی اور حضور

---

[۳۳] السیرۃ النبویۃ: ابن ہشام، ج۴/ ۲۸۸

اکرم ﷺ کے قریشی صحابہ میں سے صرف مہاجرین کی مدحت کی، تو اس بات سے انصار ناراض ہوئے۔ پھر اسلام لانے کے بعد (حضرت) کعب نے حضرات انصار کی مدح کہی اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ انصار کے ابتلا و آزمائش کا ذکر کیا اور خیر و برکت کے اعتبار سے ان کے مقام و مرتبے کا ذکر کیا۔

اس کے بعد ابن ہشام نے انصار کی شان میں مذکورہ قصیدے کے ۱۳/ اشعار نقل کیے ہیں۔

ابن اسحاق کی اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ذکر کیا ہے اور قصیدے کے ۶/ اشعار نقل کیے ہیں۔[۳۴] امام حاکم نے بھی متدرک میں اس روایت کو نقل کر کے قصیدے کے ۲۲/ اشعار نقل کیے ہیں[۳۵]

ابن ہشام نے انصار کی مدح کے سلسلے میں ایک روایت اور لکھی ہے، کہتے ہیں:

ویقال ان رسول الله ﷺ قال له حین انشده 'بانت سعاد فقلبی الیوم متبول'، لولا ذکرت الانصار بخیر، فانهم لذلك اهل، فقال کعب هذه الابیات[۳۶]

ترجمہ: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب (حضرت کعب نے) حضور کو قصیدہ بانت سعاد سنایا تو آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ "کاش تم انصار کی بھی تعریف کرتے، کیوں کہ وہ اس کے اہل ہیں"، تو کعب نے یہ اشعار کہے۔

یہاں ہم اس قصیدے کے چند اشعار نقل کر رہے ہیں۔

من سرّه کرم الحیاة فلا یزل — في مقنب من صالحي الأنصار

ترجمہ: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ زندگی کی بزرگی اور شرافت سے محظوظ ہو تو اس کو چاہیے کہ انصار کے صالح مجاہد سواروں کے ساتھ رہے۔

ورثوا المکارم کابراً عن کابرٍ — ان الخیار هم بنو الأخیار

---

[۳۴] المعجم الکبیر: الطبرانی، ج۱۹/ص۱۷۹-۱۷۸

[۳۵] المستدرك علی الصحیحین: حاکم نیشاپوری، ج۴/ص۱۰-۹

[۳۶] السیرة النبویة: ابن ہشام، ج۴/۲۸۹

ترجمہ: یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کی شرافت و بزرگی باپ دادا کے ورثے میں چلی آتی ہے۔ یعنی انصار نسلاً بعد نسل شرافت و بزرگی کے وارث ہوتے چلے آئے ہیں، بے شک یہ حضرات لوگوں میں بہترین لوگ ہیں۔

والبائعين نفوسهم لنبيهم للموت يوم تعانق وكرار

ترجمہ: اور اپنے نبی کی خاطر سخت لڑائی کے دن اپنی جانوں کو موت کے عوض بیچ دینے والے ہیں۔

والقائدين الناس على أديانهم بالمشرفي وبالقنا الخطار

ترجمہ: یہ حضرات لوگوں کو ان کے (باطل) دین سے ہٹانے والے ہیں، اپنی تلواروں اور متحرک نیزوں کے ذریعے۔

يتطهرون يرونه نسكالهم بدماء من علقوا من الكفار

ترجمہ: یہ حضرات (ایسے بہادر ہیں کہ) ان کفار کے خون سے یہ طہارت حاصل کرتے ہیں جو لٹکے ہوئے ہیں اور اسے وہ اپنے لیے عبادت سمجھتے ہیں۔

دربوا كما دربت ببطن خفية غلب الرقاب من الأسود ضواري

ترجمہ: یہ (دشمنوں پر) حملہ کرنے کے ایسے ہی عادی ہو گئے ہیں جیسے موٹی اور بھری ہوئی گردن والے چیر پھاڑ کرنے والے شیر عادی ہوتے ہیں۔

واذا حللت ليمنعوك اليهم أصبحت عند معاقل الأعفار

ترجمہ: اگر تم ان کے پاس جاؤ کہ وہ تمہیں پناہ دیں تو گویا تم اس جگہ پہنچ گئے جہاں پہاڑی بکروں کے بچوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ (یعنی جس طرح پہاڑی بکرا اپنے بچوں کے لیے مضبوط اور مستحکم پناہ گاہ کا انتظام کرتا ہے اسی طرح انصار کی پناہ بھی نہایت مضبوط اور مستحکم ہے۔

قصیدے کا موضوعاتی جائزہ:

حضرت کعب کا قصیدہ بانت سعاد زبان کی صفائی، ندرت خیال اور رفعت فکر کا ایسا نمونہ ہے کہ اس کو قدیم عرب شاعری کا مایہ ناز شاہکار قرار دیا گیا ہے۔

یہ بنیادی طور پر نعتیہ قصیدہ ہے کیوں کہ اس کو نظم کرنے کا اصل مقصد ہی حضور اکرم ﷺ کو راضی کرنا اور آپ سے عفوو درگذر کی درخواست تھی۔ لیکن قدیم عربی شعرا کے طرز پر اس کا آغاز تشبیب یا نسیب سے کیا گیا ہے، اس کے بعد گریز کر کے مدح کی طرف آتے ہیں، حضور سے عفوو درگذر کی درخواست کرتے ہیں اور پھر کچھ اشعار حضور اکرم ﷺ کے جاں نثار مہاجرین صحابہ کی شان میں نظم کرتے ہیں۔

موضوعاتی اعتبار سے اس قصیدے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف: تشبیب

ب: حضور اکرم ﷺ کی مدح اور طلب عفو

ج: مہاجرین کی مدح وثنا

قصیدے کا آغاز محبوبہ کی جدائی کے ذکر سے ہوتا ہے، پھر شعر نمبر ۶ رتک محبوبہ سعاد کے حسن وجمال کا تذکرہ ہے۔ شعر نمبر ۷ رسے ۱۲ رتک محبوبہ کی بے وفائی، وعدہ خلافی اور عہد شکنی وغیرہ کا شکوہ کیا گیا ہے۔ قدیم عرب میں عرقوب نام کا شخص بہت زیادہ وعدہ خلاف تھا، اس کا نام وعدہ خلافی اور عہد شکنی کے لیے بطور استعارہ استعمال ہونے لگا۔ شاعر کو اپنی محبوبہ کی وعدہ خلافی دیکھ کر عرقوب کی یاد آتی ہے، کہتے ہیں:

> عرقوب کے وعدے اس (محبوبہ) کے لیے مثال اور نمونہ ہو گئے، اس کے تمام وعدے جھوٹ اور فریب کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ (مفہوم شعر ۱۲)

۱۴ رویں شعر سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ میری محبوبہ سعاد مجھے چھوڑ کر بہت دور دراز مقام پر چلی گئی، ایسا مقام جہاں سوائے تیز رفتار اونٹنی کے اور کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ اب وہ اونٹنی کتنی تیز رفتار ہو یہ بات ۱۴ رسے ۳۴ رتک ۲۱ راشعار میں مختلف تشبیہات واستعارات کے ذریعے بیان کی گئی ہے۔

اونٹنی کے وصف کے لیے شاعر نے جو طرز اختیار کی ہے ناقدین کے بقول اس میں انہوں نے مشہور جاہلی شاعر طرفہ بن العبد البکری کے قصیدۂ دالیہ کی پیروی کی ہے، طرفہ نے اپنے اس قصیدے میں ۳۵ راشعار میں اونٹنی کی تعریف کی تھی، طرفہ کا یہ قصیدہ اس کی قادر الکلامی اور فکری

بلند پروازی کی بہترین مثال ہے۔

حضرت کعب نے ان ۲۱ راشعار میں اونٹنی کی تعریف کے لیے جو تشبیہات واستعارات استعمال کی ہیں انہوں نے اس قصیدے کو عربی زبان کا ایک شاہکار بنادیا ہے۔

اونٹنی کا وصف بیان کرکے ۳۵ رویں شعر سے گریز کرتے ہوئے اپنے مقصود کی طرف آتے ہیں فرماتے ہیں:

> اس کے باوجود بھی (کہ وہ اتنی دور چلی گئی کہ تیز رفتار اونٹنیوں کے علاوہ اس تک مجھے کوئی نہیں پہنچا سکتا) چغل خور لوگ سعاد کے اردگرد یا اس اونٹنی کے اردگرد یہ کہتے ہوئے دوڑے کہ اے ابن ابی سلمٰی تو ضرور قتل کیا جانے والا ہے۔ (مفہوم شعر ۳۵)

جب شاعر کو معلوم ہوا کہ اس کے قتل کا اعلان کردیا گیا ہے تو اس نے اپنی مدد اور اعانت کے لیے اپنے تمام دوستوں کو یکے بعد دیگرے بلایا مگر تمام دوستوں نے ایسے نازک موقع پر شاعر کا ساتھ چھوڑ دیا یا اپنی مصروفیت کا بہانہ کردیا، فرماتے ہیں:

> جس جس دوست سے مَیں (حمایت ونصرت کی) امید رکھتا تھا اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ مَیں تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، مَیں اپنے ہی معاملات میں گھرا ہوا ہوں۔ (مفہوم شعر ۳۶)

آخر مایوس ہوکر شاعر نے کہا کہ:

> مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، اب جو بھی مقدر میں لکھا ہے وہ ہونا ہے اور جو بھی انسان دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہے۔ (مفہوم شعر ۳۷، ۳۸)

اگرچہ رسول اللہ نے میرے قتل کا اعلان فرمادیا ہے مگر مجھے اس بارگاہ سے عفوودرگزر کی امید ہے:

أُنبِئتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ أَوْعَدَنِي   وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَأْمُوْلُ

ترجمہ: مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے میری موت کا فرمان جاری فرمادیا ہے، لیکن اللہ کے رسول کی بارگاہ میں عفوودرگزر کی امید کی جاتی ہے۔ (مفہوم شعر ۳۹)

اب ۴۰؍ویں شعر میں حضور اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:

یارسول اللہ ﷺ مجھے اپنی صفائی کی مہلت عطا فرمائیں، محض چغل خوروں کے کہنے پر میرا مواخذہ نہ کریں، اگرچہ میرے بارے میں بہت افواہیں پھیلی ہوئی ہیں مگر میں نے ایسا جرم نہیں کیا جو گردن زدنی ہو۔ (مفہوم شعر ۴۰؍۴۱)

پھر حضور اکرم ﷺ کی مبارک محفل میں ظاہر ہونے والے وقار و ہیبت اور رعب وجلالت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

شعر نمبر ۴۵؍۴۶؍میں فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو معاملہ یہ ہے کہ میرے بارے میں لوگ کہہ رہے ہیں کہ تمہاری جانب بہت سی باتیں منسوب ہیں اور تمہیں ان کا جواب دینا ہے، مگر دوسری طرف میرا یہ حال ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا ہوں تو آپ کا رعب وجلال اور ہیبت و دبدبہ اس طاقت ور اور ذی ہیبت شیر سے کہیں زیادہ معلوم ہو رہا ہے جو جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا ہو۔ اس کے بعد شعر نمبر ۵۰؍تک اس شیر کی بہادری، جرأت، دلیری اور طاقت کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

شعر نمبر ۵۱؍میں براہ راست حضور اکرم ﷺ کی مدح کی طرف آتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَيْفٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ   مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: بے شک اللہ کے رسول ایک ایسی تلوار ہیں کہ جن سے راہ حق کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ ﷺ اللہ کی تلواروں میں ایک عمدہ نیام سے نکلی ہوئی ہندی تلوار ہیں۔

پھر شعر نمبر ۵۲؍سے حضور اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ مہاجرین کی مدح فرماتے ہیں، مدح صحابہ ۶؍شعروں پر مشتمل ہے، جس میں ان کی بہادری، پامردی، شجاعت اور دلیری کو بڑے بلیغ اسلوب میں بیان کیا ہے۔ ۵۸؍ویں شعر میں مدح صحابہ کے اس شعر پر قصیدہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے:

لَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِيْ نُحُوْرِهِمْ   وَمَا لَهُمْ عَنْ حِيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيْلُ

ترجمہ: وہ صحابہ ایسے ہیں کہ دشمنوں کی برچھیوں کے زخم ان کے سینوں پر ہی لگتے ہیں اور موت کے کنوؤں میں چھلانگ لگانے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

قصیدہ بانت سعاد کی اہمیت اور خصوصیت:

قصیدہ بانت سعاد کئی جہتوں سے بعض ایسے امتیازات کا حامل ہے جن کی وجہ سے اس کو قبول عام حاصل ہوا۔ مثال کے طور پر چند امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

الف: اس قصیدے میں حضور اکرم ﷺ سے عفو و درگذر کی التجا کی گئی تھی، اس التجا کو شرف قبول حاصل ہوا اور حضرت کعب کی تمام تقصیرات سے درگذر کر دیا گیا۔

ب: یہ قصیدہ مسجد نبوی میں حضور اکرم ﷺ کے روبرو اور مہاجرین و انصار کے مجمع میں پیش کیا گیا۔

ج: حضور اکرم ﷺ نے اس کو پسند فرمایا۔

د: بعض روایات کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے اس کو سماعت فرما کر اپنی چادر مبارک حضرت کعب کو عطا فرمائی۔

ھ: عربی زبان و ادب کے لحاظ سے یہ ایک اعلیٰ پایے کا قصیدے ہے، بالخصوص اس میں اونٹنی کے وصف کے لیے جو تشبیہات استعمال کی گئی ہیں وہ فنی اور بلاغی نقطہ نظر سے اس قصیدے کو ایک شاہکار بنا دیتی ہیں۔

یہی وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے یہ قصیدہ قدیم زمانے سے اہل علم و ادب اور صاحبان دل کے لیے مرکز توجہ بنا ہوا ہے۔

قصیدہ بانت سعاد کی مقبولیت کی ایک مختلف جہت:

احمد بن محمد المقری التلمسانی نے 'نفح الطیب عن غصن الاندلس الرطیب' میں ابو جعفر الالیری کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے اس قصیدے کی اہمیت و وقعت کا ایک مختلف رخ سامنے آتا ہے۔ ابو جعفر الالیری کہتے ہیں:

حدثني بعض شيوخنا بالأسكندرية باسناده أن بعض العلماء كان لا يستفتح مجلسه الا بقصيدة كعب فقيل له في ذلك فقال رأيت رسول الله ﷺ فقلت يا رسول الله ﷺ قصيدة كعب أنشدها بين يديك فقال نعم وأنا أحبها وأحب من يحبها قال فعاهدت الله أني لا أخلو من قراءتها كل يوم [۳۷]

---

[۳۷] نفح الطیب: احمد بن محمد المقری، ص ۲۵۴

ترجمہ: اسکندریہ میں ہمارے بعض شیوخ نے ہم سے بیان کیا کہ بعض علما اپنی مجلس
ہر مجلس کا آغاز حضرت کعب کے قصیدے سے کرتے تھے، جب ان سے اس
بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو (خواب
میں) دیکھا تو مَیں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کعب نے اپنا قصیدہ آپ
کے روبرو پیش کیا تھا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں اور مَیں اس قصیدے کو
پسند کرتا ہوں اور جو اسے پسند کرے اس کو بھی پسند کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ
اسی دن سے مَیں نے عہد کرلیا کہ روزانہ اس کو پڑھا کروں گا۔

حلقۂ علم وادب میں قصیدۂ بانت سعاد کی مقبولیت:

یہ قصیدہ اپنی مذکورہ خصوصیات کی وجہ سے ابتدا ہی سے علما، ادبا اور ناقدین کا مرکز توجہ رہا ہے، جس کے نتیجے میں علمانے اس کے ساتھ خاص اعتنا کیا ہے، مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے کیے گئے، اس کی شرحیں کی گئی، اس پر حواشی لکھے گئے۔ پھر ترجمے بھی نظم اور نثر دونوں میں کیے گئے، شعرا نے اس کے مصرعوں پر مصرعے لگائے، اس کی تخمیس کی، اور اسی زمین وقافیے میں الگ قصیدے کہے۔ یہ سارے امور علمی اور ادبی حلقوں میں اس قصیدے کی مقبولیت، شہرت اور وقعت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اہل علم وادب نے اس سلسلے میں جو کاوشیں کی ہیں ذیل میں، ہم ان کا مختصر تعارف پیش کریں گے۔

شروح قصیدہ بانت سعاد:

حاجی خلیفہ نے 'کشف الظنون' میں اس کی ۱۱؍شروح کا ذکر کیا ہے، [۳۸] کارل بروکلمین نے 'تاریخ الادب العربی' میں یہ تعداد ۳۵؍تک پہنچادی ہے۔ [۳۹]

ان شارحین میں ابن درید (وفات: ۳۲۱ھ/ ۹۳۳ء) خطیب تبریزی (وفات: ۵۰۲ھ/ ۱۱۰۸-۹ء) ابن ہشام انصاری (وفات: ۷۶۱ھ/ ۱۳۶۰ء) مجد الدین فیروزآبادی (وفات: ۸۱۷ھ/ ۱۴۱۴ء) جلال الدین محلی (وفات: ۸۶۴ھ/ ۱۴۵۹ء) امام جلال الدین سیوطی (وفات:

---

[۳۸] کشف الظنون: حاجی خلیفہ، ج ۲/ص ۱۳۳۰

[۳۹] تاریخ الادب العربی: کارل بروکلمین، ج ۱/ص ۱۵۸؍تا ص ۱۶۰

۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء) حافظ ابن حجر مکی (وفات: ۹۷۳ھ/ ۱۵۶۵ء) ملا علی قاری (وفات: ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء) اور شیخ الازہر علامہ ابراہیم باجوری (وفات: ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۱ء) جیسے ادبا، ارباب لغت، محدثین، فقہا اور صوفیا شامل ہیں۔

ان میں خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل تین شرحیں زیادہ مقبول ومتداول ہیں:

(۱) شرح بانت سعاد خطیب تبریزی:

ابوبکر زکریا یحییٰ بن علی بن الخطیب تبریزی (ولادت: ۴۲۱ھ/ ۱۰۳۰ء- وفات: ۵۰۲ھ/ ۹-۱۱۰۸ء) ادیب، لغوی، شاعر اور عربی زبان وادب کے رمز شناس کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، انہوں نے عربی زبان وادب کی تحصیل ابو العلا معری جیسے اساطین ادب سے کی، ایک زمانے تک مدرسہ نظامیہ بغداد میں ادب عربی کی تدریس پر مامور رہے، قصیدہ بانت سعاد کے علاوہ انہوں نے معلقات، حماسہ اور دیوان ابی تمام کی بھی شرح کی ہے جو معروف ومطبوع ہیں۔

شرح بانت سعاد میں تبریزی نے اختصار سے کام لیا ہے، عام طور پر مفردات کا معنی بیان کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں، بعض جگہ مفردات کی تشریح وتوضیح کے بعد شعر کا مجموعی معنی بھی بیان کرتے ہیں، مفردات کے معنی کی تعیین کے لیے دوسرے شعرا کے اشعار بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

شرح کے آغاز میں حضرت کعب بن زہیر کے اسلام لانے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قصیدہ سنانے کا پورا واقعہ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی سند درج ذیل ہے:

اخبرنا ابو محمد بن الحسن بن علی بن محمد بن الحسن الجوهری ،قال حدثنا ابو عمر محمد بن العباس بن زکریا بن حیویه الخزاز ،قال حدثنا ابو بکر محمد بن القاسم الانباری ،قال حدثنی ابی (القاسم الانباری)،قال حدثنا عبدالله بن عمرو ،قال حدثنا ابراهیم بن المنذر الحزامی ،قال حدثنا الحجاج بن ذی الرقیبة بن عبدالرحمن بن کعب بن زهیر بن ابی سلمی المزنی عن ابیه عن جده قال خرج کعب و بجیراً الخ [۴۰]

---

[۴۰] شرح خطیب تبریزی علی بانت سعاد: ص ۲۰

ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ ڈاکٹر عبدالرحیم یوسف الجمل کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مکتبۃ الآداب قاہرہ سے ۲۰۰۳ء میں شایع ہوا ہے۔

(۲) شرح بانت سعاد ابن ہشام انصاری:

جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف معروف بہ ابن ہشام انصاری (ولادت: ۷۰۸ھ/۱۳۰۹ء- وفات: ۷۶۱ھ/۱۳۶۰ء) علم نحو، معانی و بیان، عروض و قوافی اور علم فقہ میں مہارت اور رسوخ کی وجہ سے علمی حلقوں میں معروف ہیں۔ کم و بیش ۴۰/علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں مختصر رسائل سے لے کر التذکرۃ (۱۵ جلد) اور رفع الخصاصہ (۴ جلد) جیسی ضخیم کتابیں بھی شامل ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قطر الندی، مغنی اللبیب اور اوضح المسالک محتاج تعارف نہیں ہیں۔

ابن ہشام نے قصیدہ بانت سعاد کی عمدہ شرح کی ہے جو شروح بانت سعاد میں مقبولیت اور شہرت کے سلسلے میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

شرح کے آغاز میں بطور تمہید دو فصلیں ذکر کی ہیں، پہلی فصل میں قصیدے کا پس منظر اور اس کے متعلقات کا بیان ہے، دوسری فصل میں فن عروض و قوافی کی جہت سے قصیدے کا جائزہ لیا ہے ۔اس کے بعد شرح کا آغاز کرتے ہیں۔ لغت، بلاغت اور نحو و صرف شارح کا اصل میدان ہے لہٰذا شرح میں بھی انہوں نے اس زاویے سے تحقیقی مباحث پیش کیے ہیں۔

ابن ہشام کی شرح بانت سعاد آج بھی شایع ہوتی ہے اور عام طور سے دستیاب ہے، کتب خانہ قادریہ میں جو نسخہ ہے وہ احمد البابی الحلبی کے زیر اہتمام مصر سے ۱۳۰۷ھ میں شایع ہوا ہے۔ اس کے حاشیے پر شیخ ابراہیم باجوری کی شرح بانت سعاد ہے، جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

(۳) شرح بانت سعاد شیخ ابراہیم باجوری:

شیخ ابراہیم بن محمد بن احمد الباجوری (ولادت: ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء- وفات: ۱۲۷۷ھ/۶۱-۱۸۶۰ء) اپنے زمانے کے علما میں ممتاز تھے، ساتھ ہی سلوک و تصوف کے شناور اور صاحب حال صوفی تھے، شیخ الجامع الازہر کے منصب پر فائز ہوئے، تصانیف میں تحفة البشر علی مولد ابن حجر ، التحفة الخيرية على الفوائد الشنشورية ، تحفة المريد على جوهرة التوحيد ،

حاشیہ شمائل ترمذی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی شرح بانت سعاد علمی حلقوں میں معروف ومتداول ہے، شرح کا نام "الاسعاد علی بانت سعاد" ہے، آپ نے سابق الذکر شرح ابن ہشام سے بھرپور استفادہ کیا ہے، اس پر آپ کی اپنی تحقیقات مستزاد، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ آپ راہ تصوف وسلوک کے بھی رمز شناس تھے اس لیے آپ کی شرح میں تصوف وعرفان کے رموز واسرار بھی جابجا نظر آتے ہیں۔

ہندوستانی شارحین:

قصیدۂ بانت سعاد کی گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے علمائے ہند نے بھی اس کی جانب خاص اعتنا کیا ہے، عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں اس کی شرح اور فارسی واردو میں منثور ومنظوم ترجمہ کر کے اپنے حب رسول اور ذوق عربیت کا ثبوت دیا ہے۔

علمائے ہند کی جو شروح اب تک ہمارے علم واطلاع میں آئی ہیں، ان کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے

(۱) سرور العباد شرح قصیدہ بانت سعاد:

یہ مولانا عبد الحافظ محمد نذیر رامپوری کی تالیف ہے، اس پر مولانا محمد یعقوب محبّ اللّٰہی الہٰ آبادی ،مولانا محمد معین ، مولانا محمد لطف الرحمٰن اور مولانا محمد سعد الدین کی تقریظات ہیں، اول الذکر دو حضرات نے فارسی میں اور آخر الذکر حضرات نے عربی میں تقریظ قلم بند کی ہے۔ آخر میں مولوی باسط علی کا قطعہ تاریخ تصنیف ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۹۰ھ میں تصنیف کی گئی ہے۔

یہ شرح فارسی میں ہے، اس میں شارح نے حل لغات اور نحوی وصرفی تشریح پر زیادہ توجہ مرکوز کی ہے، آخر میں "حاصل" کے عنوان سے شعر کے عمومی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کاملی تخلص کے کسی فارسی شاعر نے قصیدہ بانت سعاد کا منظوم فارسی ترجمہ کیا ہے، ترجمے سے پہلے ۷۶؍اشعار میں بطور تمہید قصیدہ نظم کرنے کا پس منظر بھی بیان کیا ہے۔ مولانا نذیر رامپوری نے اپنی شرح میں اس منظوم ترجمے کو بھی شامل کر لیا ہے۔ شرح کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ پہلے شارح نے بطور تمہید قصیدے کے پس منظر اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، پھر کاملی کی منظوم تمہید نقل کی ہے جو ۷۶؍اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد قصیدے کی شرح کی طرف آتے ہیں،

قصیدے کا شعر نقل کر کے اس کے نیچے کاملی کا منظوم ترجمہ نقل کیا ہے، یہ ترجمہ کہیں ایک شعر ہی میں مکمل ہو گیا ہے اور کہیں ایک سے زیادہ اشعار کا سہارا لینا پڑا ہے۔ اس کے بعد مولانا رامپوری اس شعر کی شرح فرماتے ہیں۔

کتب خانہ قادریہ بدایوں میں اس کا جو نسخہ موجود ہے وہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/ اپریل ۱۸۷۵ء میں طبع ہوا ہے۔

بروکلمین کی 'تاریخ الادب العربی' (مترجم) میں شارح کا نام ''عبدالحفیظ محمد ناصر'' درج ہے[۴۱] غالباً بروکلمین نے انگلش میں 'عبدالحافظ محمد نذیر' ہی لکھا ہوگا مگر انگلش سے عربی میں ترجمے کے وقت مترجم نے حافظ کو حفیظ اور نذیر کو ناصر سمجھ لیا۔

(۲) سلوۃ الفواد فی شرح بانت سعاد:

مولانا سلطان حسن عثمانی بریلوی صدر الصدور (م: ۱۲۹۸ھ) ابن مولانا محمد حسن بریلوی بدایوں کے مشہور خاندان شیوخ عثمانیہ کے چشم وچراغ تھے، آپ کے دادا مفتی ابوالحسن عثمانی بدایونی مفتی عدالت محکمہ افتا بریلی ہو کر صدر الصدور کے عہدے تک پہنچے اور بدایوں سے ترک سکونت اختیار کر کے مستقل بریلی میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی کے ارشد تلامذہ میں تھے، مولانا ضیاء القادری لکھتے ہیں:

> جملہ علوم وفنون میں دستگاہ کامل رکھتے تھے، استاذ مطلق حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی کے مشہور تلامذہ میں تھے، جلیل القدر عہدوں پر مامور رہے، صدر الصدوری سے پنشن پائی۔[۴۲]

جب مفتی سعد اللہ مرادآبادی نے علامہ فضل حق خیرآبادی کی بعض تصانیف پر تنقید کی تو مولانا سلطان حسن بریلوی نے ان کا تعاقب کیا۔[۴۳]

مولانا سلطان حسن بریلوی نے 'سلوۃ الفواد فی شرح بانت سعاد' کے نام سے فارسی زبان میں شرح کی ہے، اس میں مولانا نے غیر ضروری تطویل سے گریز کرتے ہوئے صرف ضروری باتوں کے

---

[۴۱] تاریخ الادب العربی: ج ۱/ص ۱۶۰

[۴۲] اکمل التاریخ: ج ۱/ص ۴۲

[۴۳] اس علمی معرکہ آرائی کی تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب 'خیرآبادیات' از ص ۱۷۸/تا ۱۸۲

بیان پر اکتفا کیا ہے، اس اختصار کے باوجود اشعار کے معانی ومفاہیم تک رسائی کے لیے یہ ایک عمدہ شرح ہے۔ مصنف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے ''اللغة'' کے عنوان سے مفردات کی لغوی تشریح کرتے ہیں، پھر ''الاعراب'' کے عنوان سے شعر کی نحوی ترکیب کی وضاحت کرتے ہیں، اس باب میں انھوں نے قدرے تفصیل سے کام لیا ہے، ایک ایک شعر کی کئی کئی تراکیب ذکر کی ہیں، پھر ''تقطیع'' کا عنوان دے کر شعر کی عروضی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہیں، آخر میں ''المعنیٰ'' کے عنوان سے شعر کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہیں۔

کتب خانہ قادریہ بدایوں میں اس کا ایک نایاب نسخہ موجود ہے، یہ مطبع الٰہی آگرہ سے متوسط تقطیع کے ۵۶/صفحات پر شایع ہوا ہے، یہ غالباً کتاب کی پہلی اور آخری اشاعت ہے، سنہ طبع درج نہیں ہیں، قیاس ہے کہ یہ ۱۲۹۰ھ اور ۱۳۰۰ھ کے درمیان کی طباعت ہے۔

(۳) الجوہر الوقاد فی شرح بانت سعاد:

علامہ احمد بن محمد شیروانی یمنی مصنف نفحات الیمن (ولادت ۱۲۰۰ھ/: وفات: نامعلوم) اصلاً یمنی ہیں مگر ہندوستان تشریف لائے تو یہیں کے ہو رہے، صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کی تصانیف کے ذیل میں شرح مذکور بالا کا ذکر کیا ہے[۴۴]

(۴) شرح بانت سعاد از مولانا اوحدالدین بلگرامی:

مولانا اوحدالدین بلگرامی علامہ احمد شیروانی یمنی کے شاگرد ہیں، سنہ ولادت ووفات معلوم نہ ہوسکا، تذکرۂ علمائے ہند کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رجب ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء تک با حیات تھے۔ عربی ادب وانشا کا خاص ذوق رکھتے تھے، نفائس اللغات، روضۃ الازھار، مفتاح اللسان، تذکرۂ شعرائے عرب، شرح دیوان متنبی اور شرح مقامات حریری قابل ذکر تصانیف ہیں، ڈاکٹر ایوب قادری نے آپ کی تصانیف کے ذیل میں شرح قصیدہ بانت سعاد کا ذکر کیا ہے[۴۵]

(۵) مصدق الفضل قاضی شہاب الدین دولت آبادی:

قاضی شہاب الدین بن شمس الدین عمر الزاولی دولت آبادی ثم جون پوری (وفات ۸۴۹ھ

---

[۴۴] نزہۃ الخواطر: سید عبدالحی لکھنوی، ج ۷/ص ۴۱

[۴۵] تذکرہ علمائے ہند: رحمٰن علی، ص ۱۲۷

/۱۴۴۵ء) کا نام علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے، تفسیر میں بحر مواج (فارسی) نحو میں حاشیہ کافیہ اور ارشاد، بلاغت میں بدائع البیان، اصول فقہ میں شرح اصول بزدوی اور فتاویٰ ابراہیم شاہی معروف ہیں۔[۴۶]

آپ نے مصدق الفضل کے نام سے عربی میں قصیدہ بانت سعاد کی شرح کی ہے، بروکلمین کے مطابق ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں حیدر آباد سے شایع ہوئی تھی[۴۷]

(۶) شرح قصیدہ بانت سعاد از مولانا محمد عابد لاہوری:

مولانا محمد عابد لاہوری (وفات: ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) فقیہ، مفسر اور نہایت عابد و زاہد تھے، لاہور سے پیدل حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے، آپ کی تصانیف میں حاشیہ تفسیر بیضاوی، شرح خلاصہ کیدانی، رسالہ وجوہ اعجاز القرآن، رسالة فی الاربعة الاحتیاطیة بعد صلوٰة الجمعة، العشرة المبشرة فی فضائل الامة المرحومة قابل ذکر ہیں۔ آپ کی تصانیف کے ذیل میں شرح قصیدہ بانت سعاد کا ذکر بھی کیا گیا ہے، تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں[۴۸]

(۷) کافل الاسعاد: مولوی نجف علی خاں جھجری:

مولوی نجف علی خاں بن قاضی محمد عظیم الدین (۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء) اپنے زمانے کے نامی گرامی فاضل تھے، یمین الدولہ وزیر الملک محمد علی خاں بہادر فرمارواے محمد آباد ٹونک کے یہاں ملازم تھے، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، جن میں تکملہ صولت فاروقی (بحر متقارب میں پچاس ہزار سے زیادہ اشعار) بحر الکلام (عربی میں غیر منقوطہ عبارت میں مقامات حریری کی شرح) شرح دیوان متنبّی، شرح دیوان حماسہ اور حاشیہ مطول وغیرہ قابل ذکر ہیں[۴۹]۔ صاحب نزہۃ الخواطر کے بقول "لغت، انشا، شعر اور تمام علوم ادبیہ پر ید طولیٰ رکھتے تھے"[۵۰]

---

[۴۶] تذکرہ علمائے ہند: رحمٰن علی، ص ۲۳۹

[۴۷] تاریخ الادب العربی: کارل بروکلمین، ص ۱۵۸

[۴۸] دیکھیے: تذکرہ علمائے ہند: رحمٰن علی، ص ۴۴۹

[۴۹] دیکھیے: تذکرہ علمائے ہند: رحمٰن علی، ص ۴۴۹

[۵۰] نزہۃ الخواطر: ج ۷/ ۵۴۳

والی ٹونک محمد علی خاں کے حکم سے ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں آپ نے 'کافل الاسعاد' کے نام سے قصیدہ بانت سعاد کی شرح لکھی تھی [۵۱]

(۸) شرح بانت سعاد مفتی الٰہی بخش کاندھلوی:

مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (ولادت : ۱۱۶۲ھ/ ۴۹-۱۷۴۸ء ۔ وفات : ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) تیرہویں صدی ہجری کے بلند پایہ عالم، محدث، ادیب، شاعر، صوفی اور مصنف و مدرس تھے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ہیں، عربی، فارسی، اردو میں ۱۰۰/ سے زیادہ کتابوں کے مصنف، شارح اور مترجم ہیں۔

آپ نے عربی میں بانت سعاد کی شرح کی ہے، یہ شرح بعض پہلوؤں سے ایک ممتاز اور منفرد شرح ہے، نورالحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں:

> مفتی صاحب نے اس (قصیدہ بانت سعاد) کی عربی میں نہایت عمدہ شرح لکھی ہے، جس میں اپنی جامعیت کا کمال دکھایا ہے۔ شرح کے علاوہ اس کا امتیاز اور انفرادیت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے بانت سعاد کے ہر شعر کے مفہوم کو نئے انداز سے اسی ردیف و قافیہ میں نظم کیا ہے اور ہر ایک شعر کا فارسی و اردو میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ [۵۲]

یہ شرح ۱۳۵۳ھ میں شایع ہوئی ہے، راقم کی نظر سے نہیں گزری۔

(۹) الارشاد الی بانت سعاد: مولوی ذوالفقار علی دیوبندی:

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی (ولادت: تقریباً ۱۲۳۷ھ/ ۲۲-۱۸۲۱ء ۔ وفات: ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء) مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی اور مولانا مملوک علی نانوتوی کے شاگرد تھے، عربی زبان و ادب کا خاص ذوق تھا، تصانیف میں دیوان متنبّی کی شرح بنام تسہیل البیان فی شرح الدیوان ، تسہیل الدراسة فی شرح دیوان الحماسة اور التعلیقات علی السبع المعلقات قابل ذکر ہیں۔

بانت سعاد کی شرح 'الارشاد الی بانت سعاد' کے نام سے کی ہے، ابتدا میں آٹھ صفحات کا مقدمہ

---

[۵۱] دیکھیے: تذکرہ علمائے ہند: رحمٰن علی، ص ۴۴۹

[۵۲] مختصر تذکرہ مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی: نورالحسن راشد کاندھلوی، ص ۶۰/ ۶۱

ہے، جس میں قصیدے کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ بہ یک وقت عربی اور اردو دونوں زبانوں کی شرح ہے، پہلے عربی میں حل لغات اور شعر کا معنی بیان کرتے ہیں، اس کے بعد 'ترجمہ' کے عنوان سے شعر کا ترجمہ اور معنی و مفہوم بیان کرتے ہیں۔

کتب خانہ قادریہ میں اس کا ایک قدیم نسخہ موجود ہے جو مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا ہے، متوسط سائز کے ۴۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔

تخمیس:

کوئی شاعر کسی قصیدے کے شعر پر تین مصرع لگاتا ہے تو اس کو ''تخمیس'' کہتے ہیں، اردو میں اس صنف کو ''خمسہ'' کہتے ہیں۔ بانت سعاد پر خمسہ کہنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ بروکلمین نے ایسے ۱۲ رشعرا کا ذکر کیا ہے جنہوں نے بانت سعاد کی تضمین بطور خمسہ کی ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں:

(۱) محمود نجار (وفات تقریباً ۱۰۸۸ھ)

(۲) صدقت اللہ قاہری (وفات: ۱۱۱۵ھ)

(۳) شعبان بن محمد بن داؤد القرشی (وفات: ۸۲۸ھ)

(۴) عیسیٰ بن عبد الرحمٰن السکتانی (وفات: ۱۰۶۲ھ)

(۵) شمس الدین البدماصی

(۶) شہاب الدین یحیٰ بن جبش سہروردی (وفات: ۵۸۷ھ)

(۷) فخر الدین عثمان بن علی الماردینی

(۸) خلیل الاشرفی الاسکندرانی

(۹) محمد بن عبد القادر بن عمر السنجاری الواسطی۔ ان کے خمسے کا نام ''تنفیس الشدة وبلوغ المراد فی تخمیس بانت سعاد'' ہے۔

(۱۰) احمد بن محمد الشرقاوی الجرجاوی (وفات: ۱۲۲۰ھ) [۵۳]

بانت سعاد کے ان مذکورہ خمسوں میں سے صرف دو ہی ہماری دسترس میں آسکے۔

---

[۵۳] ملخصاً از تاریخ الادب العربی: کارل بروکلمین، ج ۱/ص ۱۶۱

(۱) احمد بن محمد الشرقاوی الجرجاوی کا مخمس جس کا پہلا بند یہ ہے:

قلبي على حب من اهواه مجبول ونقل شوقي على العشاق مقبول

يا لائمي خلني فالعقل مخبول بانت سعاد فقلبي اليوم متبول

متيم اثرها لم يفد مكبول

ترجمہ: میرا دل تو میرے محبوب کی محبت پر پیدا ہوا ہے اور عاشقوں کے درمیان میری محبت کی حکایت مقبول ہے۔ اے مجھے ملامت کرنے والے، مجھے میرے حال پر رہنے دے، (اس لیے کہ میری) عقل تباہ ہو چکی ہے، (کیوں کہ) سعاد جدا ہو گئی، میرا دل آج پریشان ہے، اس کے عشق میں مبتلا ہوں جس سے اب رہائی ممکن نہیں۔

(۲) شعبان بن محمد بن داؤد مصری کا مخمس جس کا پہلا بند یہ ہے:

قل للعواذل مهما شئتموا قولوا فليس لي بعد من اهواه معقول

ناديت يوم النوى والدمع مسبول بانت سعاد فقلبي اليوم متبول

متيم اثرها لم يفد مكبول

ترجمہ: ملامت کرنے والوں سے کہہ دو کہ وہ جو چاہیں کہتے پھریں، کیوں کہ مجھے تو اپنی محبوبہ کے بعد اب کوئی ہوش ہی نہیں رہا۔ جدائی کے روز میں نے پکارا (اس حال میں کہ میرے) آنسو جاری تھے، ہائے سعاد جدا ہو گئی، میرا دل آج پریشان ہے، اس کے عشق میں مبتلا ہوں جس سے اب رہائی ممکن نہیں۔

عمر رضا کحالہ نے معجم المؤلفین میں اور اسماعیل پاشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین میں عثمان بن عبداللہ العریانی الحنفی الکلیسی (وفات: ۱۱۶۸ھ) کی تصانیف کے ذیل میں ''مرصاد المرادفی شرح تخمیس بانت سعاد'' کا ذکر کیا ہے۔[۵۴] نام سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بانت سعاد کے کسی خمسے کی شرح ہے، اس سے زیادہ اس کتاب کے بارے میں اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

تشطیر:

کسی شعر کے پہلے مصرع پر مصرعِ ثانی اور دوسرے مصرع پر مصرعِ اول لگا کر بند کی شکل

---

[۵۴] معجم المؤلفین: عمر رضا کحالہ، ج ۲/ص ۳۶۳ - ہدیۃ العارفین: اسماعیل پاشا بغدادی، ج ۱/ص ۶۵۸

دینے کو تشطیر کہتے ہیں، تضمین کا یہ طریقہ غالباً اردو میں اختیار نہیں کیا گیا۔

بانت سعاد کی شہرت و مقبولیت اس حد کو پہنچی کہ بعض شعرا نے اس کی تشطیر بھی کر ڈالی۔ کارل برو کلمین نے آغا جلیل (وفات: تقریباً ۱۱۸۰ھ) عبدالرزاق الجندی (وفات: ۱۱۸۹ھ) اور عبدالقادر سعید رافعی فاروقی کی تشطیرات کا ذکر کیا ہے۔[۵۵]

آخر الذکر شاعر کی تشطیر کا ایک نایاب نسخہ کتب خانہ قادریہ بدایوں میں محفوظ ہے۔ یہ شیخ عبدالقادر سعید رافعی حنفی طرابلسی چودھوں صدی ہجری کے عالم ہیں۔ آپ نے مکمل قصیدے کی تشطیر کی ہے۔ انہوں نے اس کے علاوہ امام بوصیری کے دو قصیدوں (بردہ اور ہمزیہ) کی بھی تشطیر کی ہے، ان کی یہ تینوں تشطیر ''نیل المراد فی تشطیر الهمزیة والبردة وبانت سعاد '' کے نام سے شایع ہوئی ہے۔ کتب خانہ قادریہ میں جو نسخہ موجود ہے وہ مطبع التوفیق قاہرہ سے ۱۳۲۳ھ میں شایع ہوا ہے۔ بانت سعاد کی تشطیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
والنوم والسهد مقطوع وموصول
والجسم بعد سعاد مدنف وصب
متیم اثرها لم یفد مکبول

ترجمہ: سعاد جدا ہوگئی اس لیے میرا دل آج پریشان ہے، نیند اڑی ہوئی ہے اور بیداری جاری ہے۔ (عاشق کا) جسم سعاد کے بعد بیمار و ناتواں ہے، ایسا عشق میں مبتلا ہے کہ اس سے رہائی ممکن نہیں۔

السید عبدالرزاق الجندی العباسی (وفات: ۱۱۸۹ھ) نے بانت سعاد کی تشطیر کی ہے، فرماتے ہیں:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
وکیف لا وفؤاد الصب مشغول
واننی من غرام قد ولعت به
متیم اثرها لم یفد مکبول

ترجمہ: سعاد جدا ہوگئی اس لیے میرا دل آج پریشان ہے اور کیوں نہ ہو کہ عاشق کا دل تو مبتلا رہتا ہی ہے۔ اور مَیں تو اس عشق کی وجہ سے (جس میں مَیں پڑ گیا ہو) ایک اسیر ہوں جس کی رہائی ممکن نہیں۔

[۵۵] تاریخ الادب العربی: کارل بروکلمین، ج ۱/ص ۱۶۲

معارضہ:

کسی قصیدے یا غزل کے بالمقابل اسی بحر اور ردیف وقافیہ میں غزل یا قصیدہ نظم کرنے کو ''معارضہ'' کہتے ہیں۔ اردو میں بھی معارضے کا رواج ہے مگر اس کو یہ نام نہیں دیا جاتا، عموماً اس مفہوم کی ادائیگی کے لیے ''ہم زمین'' لفظ استعمال ہوتا ہے۔

بانت سعاد کا معارضہ کرنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ بروکلمین نے صرف امام بوصیری اور عبدالہادی بن علی بن طاہر الحسنی کے معارضات کا ذکر کیا ہے[۵۶]

ڈاکٹر عمر محمد الطالب نے بانت سعاد کے ۷/معارض قصیدوں کا تذکرہ کیا ہے۔[۵۷]

ڈاکٹر عمر محمد الطالب نے جن معارضات کا ذکر کیا ہے ہم یہاں ان کا مختصراً تذکرہ کررہے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر عمر محمد الطالب کے بقول بانت سعاد کا سب سے پہلا معارضہ علی بن محمد بن علی بن احمد بن مروان العمرانی الخوارزمی (وفات:۵۶۰ھ) نے کیا، قصیدے کا مطلع ہے:

اضاء برق وسجف الليل مسدول　　　كما يهز اليماني وهو مصقول

ترجمہ: رات کا پردہ پڑا تھا (یعنی تاریک رات تھی) کہ ایسی بجلی چمکی جیسے صیقل کی ہوئی یمنی تلوار لہراتی ہو۔

(۲) معارضہ شہاب العزازی: احمد بن عبدالملک شہاب العزازی (وفات:۷۱۰ھ) نے بھی بانت سعاد کی طرز پر نعت رسول میں لامیہ قصیدہ کہا، قصیدے کا مطلع ہے:

دمي بأطلال ذات الخال مطلول　　　وجيش صبري مهزوم ومغلول

ترجمہ: میرا خون تل والی (محبوبہ) کے ٹیلوں پر بلا انتقام بہہ چکا ہے، اور میرے صبر کا لشکر شکست خوردہ اور پابہ زنجیر ہے۔

(۳) معارضہ ابو حیان اندلسی: ابو حیان اندلسی وفات:۷۴۵ھ) مفسر، ماہر لغت اور ماہر نحو وصرف کی حیثیت سے معروف ہیں، انہوں نے بانت سعاد کا معارضہ کیا ہے، ان کا معارض قصیدہ ۸۳/اشعار پر مشتمل ہے، قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے:

---

[۵۶] تاریخ الادب العربی: کارل بروکلمین، ج/ص ۱۵۸/تاص:۱۶۰

[۵۷] دیکھیے: دراسة فى تحليل النصوص الا دبية والشعرية: عمر محمد طالب

لا تعذلاه فما ذو الحب معذول العقل مختبل والقلب متبول

ترجمہ: آپ دونوں اس (عاشق) کی ملامت مت کیجیے، عاشق بھی کہیں معتوب ہوتا ہے؟ (کیوں کہ اس کی) عقل تباہ اور دل حیران ہے۔

ڈاکٹر عمر محمد الطالب نے ابن حیان کے اس قصیدے کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔

ڈاکٹر احسان عباس نے قصیدے کا نام "المورد العذب فی معارضة قصیدة کعب" لکھا ہے[۵۸]

(۴) معارضہ تقی الدین: یہ شبیب بن حمدان تقی الدین الطبیب (وفات: ۶۹۵ھ) ہیں، مصر کے ادبا اور اطبا میں نمایاں ہیں، انہوں نے بھی بانت سعاد کی زمین میں نعتیہ قصیدہ کہا۔

(۵) معارضہ ابن نباتہ: علامہ جمال الدین محمد بن محمد ابن نباتہ مصری (وفات: ۷۶۸ھ) معروف ادیب وشاعر ہیں، انہوں نے قصیدۂ بانت سعاد کے معارض قصیدہ کہا، ان کے قصیدے میں ۷۹/اشعار ہیں، مطلع میں کہتے ہیں:

ماالطرف بعدکم بالنوم مکحول هذا وکم بیننا من ربعکم میل

ترجمہ: تمہارے بعد آنکھ میں نیند کا سرمہ نہ لگا، اس کے علاوہ ہمارے اور تمہاری جائے قیام کے درمیان کتنی میلوں کا فاصلہ ہے۔

(۶) معارضہ ابن الساعاتی: ابن ساعاتی نے بھی بانت سعاد کی زمین میں نعتیہ قصیدہ کہا ہے، جو ۷۴/اشعار پر مشتمل ہے، مطلع ہے:

جد الغرام وزاد القال والقیل وذو الصبابة معذور ومعذول

ترجمہ: عشق میں تیزی آئی اور چہ می گوئیاں بہت ہوگئیں، حالانکہ (بے چارہ) عاشق معذور بھی ہے اور معتوب بھی۔

(۷) معارضہ بوصیری: امام شرف الدین بوصیری (وفات: ۶۹۶ھ) ایک عظیم شاعر اور عاشق رسول کی حیثیت سے معروف ہیں، آپ کا قصیدہ میمیہ جو "قصیدۂ بردہ" کے نام سے مشہور ہے آج بھی دلوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں کرتا ہے۔ آپ نے بانت سعاد کی زمین میں ایک

---

[۵۸] دیکھیے: تاریخ الادب العربی فی الاندلس: احسان عباس۔ (آن لائن ایڈیشن)

طویل نعتیہ قصیدہ نظم کیا ہے، قصیدے کا نام ''ذخر المعاد فی موازنۃ بانت سعاد '' ہے، یہ قصیدہ ۲۰۴/اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع میں فرماتے ہیں:

الی متی انت بالذات مشغول وانت عن کل ما قدمت مسئول

کب تک تم اپنی ذات میں مشغول رہو گے؟ حالانکہ تم نے جو کچھ بھی کیا ہے تمہیں اس کا جواب دینا ہوگا۔

آخر الذکر دو قصائد کے لیے ڈاکٹر عمر محمد الطالب نے ''معارضہ'' کی بجائے ''موازنہ'' کا لفظ استعمال کیا۔ ہے۔ ہمارے خیال میں ان دونوں اصطلاحوں میں فنی اعتبار سے کوئی بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی کئی حضرات نے بانت سعاد کی زمین میں نعتیہ قصائد کہے ہیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (وفات: ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) کا نام محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ نے بانت سعاد کی زمین میں ۱۵۰/اشعار کا نعتیہ قصیدہ نظم کیا، قصیدے کا نام ''سعادۃ المعاد فی موازنۃ بانت سعاد '' ہے، قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے:

هـواي طيبة لا بيضاء عطبول ومنيتي عينها الزرقاء لا النيل

ترجمہ: میری چاہت طیبہ (مدینہ منورہ) ہے، نہ کہ خوبصورت نوجوان دوشیزہ اور میری آرزوؤں کا مرکز اس (مدینہ منورہ) کی نہر 'زرقا' ہے نہ کہ (مصر کا) دریائے نیل۔

ابن سید الناس الیعمر ی نے ''عدۃ المعاد فی معارضۃ بانت سعاد'' کے نام سے قصیدہ کہا ہے۔

بانت سعاد کی شروحات، تضمینات، تشطیرات اور معارضات کی یہ ایک ناقص اور نامکمل فہرست ہے، اگر مزید تحقیق و تلاش کی جائے تو اس فہرست میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

مصادر مقدمہ

(۱) الارشاد الی بانت سعاد: ذوالفقار علی دیوبندی/ مطبع مجتبائی دہلی/ ۱۹۰۰ء

(۲) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابن عبد البر/ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد/ ۱۳۳۶ھ۔

(۳) اسد الغابۃ في معرفۃ الصحابۃ: عز الدین ابن اثیر/ دار الکتب العلمیۃ بیروت/ تحقیق علی محمد معوض وشیخ عادل احمد عبد الموجود۔

(۴) الاسعاد علی بانت سعاد: ابراہیم باجوری/ مطبع حلبی قاہرہ/ ۱۳۰۷ھ

(۵) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ابن حجر عسقلانی/ قاہرہ/ ۲۰۰۸ء/ تحقیق ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی

(٦) اکمل التاریخ: محمد یعقوب حسین ضیاء القادری/ مطبع قادری بدایوں/ 1915۔

(۷) البدایۃ و النہایۃ: ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر/ دار ہجر قاہرہ/ ۱۹۹۷ء۔

(۸) تاریخ ابن خلدون: عبد الرحمٰن بن خلدون/ دار الفکر للطباعۃ والنشر بیروت/ ۲۰۰۰ء/ تحقیق خلیل شحادہ

(۹) تاریخ الادب العربی: احمد حسن زیات/ اردو ترجمہ سید طفیل احمد مدنی/ الہ آباد/ ۱۹۸۵ء

(۱۰) تاریخ الادب العربی: کارل بروکلمین/ عربی ترجمہ عبد الحلیم النجار/ دار المعارف قاہرہ/ ۱۹۸۳ء

(۱۱) تاریخ ادبیات عربی: ڈاکٹر سید ابو الفضل/ انجمن فیضان ادب حیدر آباد/ طبع یازدہم ۲۰۰۹ء/

(۱۲) تاریخ التمدن الاسلامی: جرجی زیدان/ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت/ غیر مؤرخ

(۱۳) تذکرۂ علمائے ہند: رحمٰن علی/ ترجمہ وتحشیہ ڈاکٹر ایوب قادری/ کراچی/ ۱۹۶۱ء

(۱۴) دراسۃ فی تحلیل النصوص الادبیۃ والشعریۃ: عمر محمد طالب/ منشورات اتحاد الکتاب العربی دمشق/ ۲۰۰۰ء

(۱۵) دلائل النبوۃ: ابو بکر احمد بن حسین بیہقی/ دار الکتب العلمیۃ بیروت/ ۱۹۸۸ء/ تحقیق ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی

(۱٦) سرور العباد شرح قصیدہ بانت سعاد: عبد الحافظ محمد نذیر رامپوری/ مطبع نول کشور لکھنؤ/ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء

(۱۷) سلوۃ الفواد فی شرح بانت سعاد: سلطان حسن خاں بریلوی/ مطبع الٰہی آگرہ/ غیر مؤرخ

(۱۸) السیرۃ النبویۃ: ابن ہشام/ دار الکتب العلمیۃ بیروت/ طبع اول/ تحقیق مجدی بن منصور

(۱۹) شرح بانت سعاد: ابن ہشام انصاری/ مطبع حلبی قاہرہ/ ۱۳۰۷ھ

(۲۰)شرح بانت سعاد: ابوبکر یحییٰ خطیب تبریزی/ مکتبۃ الآداب قاہرہ/۲۰۰۳ء

(۲۱)شرح الزرقانی علی المواہب: محمد بن عبدالباقی زرقانی/ دارالکتب العلمیۃ بیروت/ ۱۹۹۶ء

(۲۲)الشعر و الشعراء: ابن قتیبۃ دینوری/ دارالمعارف قاہرہ/۱۹۸۲ء/تحقیق احمد محمد شاکر

(۲۳)مختصر تذکرہ مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی: نورالحسن راشد کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ،۲۰۰۱ء

(۲۴)المستدرك على الصحيحين: حاکم نیشاپوری/ دارالحرمین للطباعۃ والنشر قاہرہ/ ۱۹۹۷ء

(۲۵)معجم الصحابة: ابوالحسین عبدالباقی ابن قانع/ مکتبہ غرباء الاثریہ/تحقیق ابوعبدالرحمٰن صلاح بن سالم المصراتی

(۲۶)المعجم الكبير: سلیمان بن احمد الطبرانی/ مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ/تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی

(۲۷)معجم المؤلفين: عمر رضا کحالہ/ مؤسسۃ الرسالہ بیروت/۱۹۹۳ء

(۲۸)معرفة الصحابة: ابونعیم اصفہانی/ دارالوطن للنشر ریاض/ ۱۹۹۸ء/تحقیق عادل بن یوسف العزازی

(۲۹)المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: احمد بن محمد القسطلانی/ دارالکتب العلمیہ بیروت/ ۱۹۹۶ء/ تحقیق مامون بن محی الدین الجنان

(۳۰)نزہۃ الخواطر: سید عبدالحی لکھنوی/لکھنؤ/۱۹۹۲ء

(۳۱)نفح الطيب عن غصن الاندلس الرطيب: احمد بن محمد المقری (آن لائن ایڈیشن)

(۳۲) کشف الظنون: حاجی خلیفہ/ داراحیاء التراث العربی بیروت

☆☆☆

قصیدۂ بانت سعاد

از

شاعر دربار رسالت حضرت کعب بن زہیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ و تحقیق

مولانا عاصم اقبال قادری مجیدی

(۱)

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُوْلُ مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُوْلُ

ترجمہ: سعاد جدا ہوگئی تو میرا دل آج مرض میں مبتلا ہے، اس کے نقش پا میں قید ہے (اور ایسا قید ہے کہ) قیدی کا فدیہ بھی ادا نہیں کیا جا سکتا۔

حل لغات: بانت: وہ جدا ہوگئی، فعل ماضی واحد موئث غائب از بان یبین بینا بمعنی جدا ہونا۔ سعاد: ایک عورت کا نام ہے۔ لفظ فا: یا تو سببیت کے لیے ہے یا عاطفہ ہے۔ الیوم: آج، مراد یوم معہود ہے، یعنی جدا ہونے کا دن۔ متبول: اسم مفعول از تبل یتبل تبلا واتبل۔ الحبّ او الدّھر بیمار کر دینا، عقل کو ضائع کر دینا۔ متیم: اسم مفعول از تیم یتیم بمعنی غلام بنانا، ذلیل کرنا، کہا جاتا ہے تیمہ الحب محبت نے اس کو غلام بنا دیا۔ اثر: نشان قدم۔ مکبول: اسم مفعول از کبل یکبل کبلا بمعنی بیڑی ڈالنا، قید کرنا۔ لم یفد: مضارع مجہول از فدی یفدی فداء بمعنی مال وغیرہ دے کر چھڑانا۔

تشریح: عاشق کی محبوبہ جس کا نام سعاد ہے جب وہ اسے چھوڑ کر چلی گئی تو اب وہ اپنی بیقراری کا اظہار کر رہا ہے کہ میری محبوبہ سعاد جس دن سے مجھے چھوڑ کر گئی ہے اس دن سے میرا دل گھٹن میں اور پریشان ہے گویا اس کے نقش پا میں قید ہو گیا ہو اور عالم یہ ہے کہ قیدی کا فدیہ بھی ادا نہیں کیا جا سکتا یعنی مجھے اپنی محبت میں ایسا گرفتار کر گئی کہ میں اس کی محبت سے باہر نہیں آ سکتا۔

(۲)

وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ رَحَلُوْا إِلَّا أَغَنُّ غَضِيْضُ الطَّرْفِ مَكْحُوْلُ

ترجمہ: میری محبوبہ سعاد صبح جدا ہونے کے وقت جب (اپنی قوم کے ساتھ) روانہ ہوئی تو اس وقت ایسی معلوم ہوتی تھی کہ جیسے ہرنی کی طرح اپنی پیاری آواز میں گنگناتی ہو اور نگاہیں شرم وحیا کے سبب جھکی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں سرمہ تھا۔

حل لغات: غداۃ: صبح کا وقت، بین: مصدر از بان یبین بمعنی جدا ہونا۔ رحل یرحل: بمعنی سفر کرنا، روانہ ہونا۔ اغنّ: صفت موصوف محذوف ظبی کی بمعنی گنگنانے والی، ناک سے آواز نکالنے والی۔ غضیض: بمعنی مغضوض از غضّ یغض کسی چیز کو پست کرنا غضّ الطرف نگاہ نیچی

کرنا۔ طرف: جمع اطراف بمعنی نگاہ، آنکھ۔ مکحول: اسم مفعول از کحل یکحل کحلا العین، بمعنی آنکھ میں سرمہ لگانا۔

(۳)

هَيْفَاءُ مُقْبِلَةً عَجْزَاءُ مُدْبِرَةً ... لا يُشْتَكَى قِصَرٌ مِنْهَا وَلا طُوْلُ

ترجمہ: وہ (سعاد) آگے سے پتلی کمر والی معلوم ہوتی ہے، اور پیچھے سے دیکھنے میں بڑی سرین والی معلوم ہوتی ہے، (وہ ایسی متناسب القامت ہے کہ) نہ اس کی کوتاہ قامتی کی شکایت کی جاسکتی ہے نہ درازی قد کا عیب لگایا جاسکتا ہے۔

(۴)

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِي ظَلْمٍ إِذَاابْتَسَمَتْ ... كَأَنَّهُ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ

ترجمہ: میری محبوبہ سعاد جب مسکراتی ہے تو وہ ایسے چمکتے دمکتے دانت ظاہر کرتی ہے کہ گویا ان کو دو بار شراب میں تر کیا گیا ہو۔

حل لغات: تجلو: فعل مضارع واحد مؤنث از جلا یجلو جلاء ا بمعنی واضح کرنا، ظاہر کرنا۔ عوارض: عارض کی جمع بمعنی وہ دانت جو منھ کے عرض میں ہیں، یا وہ دانت جو ہنستے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ الظلم: جمع ظلوم بمعنی برف، دانتوں کی چمک، منهل: اسم مفعول از انهل ینهل انهالا بمعنی پہلی بار پلانا۔ الرآح: شراب، معلول: اسم مفعول از علّ یعلّ بمعنی دوسری مرتبہ پلانا۔

تشریح: عاشق نے اس شعر میں محبوبہ کی بعض صفات جمال کا ذکر کیا ہے، یعنی جب وہ ہنستی ہے تو وہ سفید چمکتے ہوئے دانت ظاہر کرتی ہے جس سے اس کی نفاست کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ان کو مسواک وغیرہ سے کس قدر صاف رکھتی ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اس کی ہنسی تبسم ہوتی ہے نہ کہ قہقہ، جس سے اس کی بزرگی جھلکتی ہے۔ کیوں کہ صفت تبسم اکثر معزز اور شریف لوگوں میں پائی جاتی ہے، اور قہقہ بے ہودہ اور بدتہذیب لوگوں میں۔

(۵)

شُجَّتْ بِذِي شَبَمٍ مِنْ مَاءِ مَحْنِيَةٍ ... صَافٍ بِأَبْطَحَ أَضْحَى وَهُوَ مَشْمُوْلُ

ترجمہ: (وہ شراب کیسی ہے) وہ شراب ایسی ہے جس میں ٹھنڈے اور صاف وشفاف پانی کی آمیزش ہے، جو بطن وادی سے نکالا گیا ہو، صبح کے وقت اور پھر اس پر بادِ شمال کا گزر رہا ہو۔

حل لغات: شُجّت: ماضی مجہول از شجّ یشجّ شجّا بمعنی زخمی کرنا، توڑنا، مجازاً شراب میں پانی ملانا، کہا جاتا ہے شججتُ الخمر میں نے شراب میں پانی ملا دیا۔ شبم: پانی وغیرہ کا سخت ٹھنڈا ہونا۔ المحنیۃ: وادی کا موڑ۔ الأبطح: کشادہ نالہ جس میں ریت اور چھوٹی کنکریاں ہوں۔ المشمول: جس پر بادِ شمالی کا گزر رہا ہو۔

تشریح: جب محبوبہ کے دانتوں کے بارے میں کہا کہ وہ ایسے صاف اور چمکتے ہوئے ہیں کہ گویا ان کو دو مرتبہ شراب میں تر کیا گیا ہو، تو اب اس شعر میں اس شراب کی تعریف بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ ایسی شراب ہے جس میں پانی کی آمیزش ہے، اب وہ پانی کیسا ہے؟ تو اس کی چھ صفات بیان فرمائیں (۱) یہ کہ وہ پانی نہایت ٹھنڈا ہے (۲) دوسرا یہ کہ وہ پانی نہر کے نکڑ اور موڑ سے لیا گیا ہے جہاں سمت کی تبدیل ہونے کے سبب ہوائیں اکثر تیز ہوتی ہیں اور وہاں کے پانی کو خس و خاشاک سے پاک کرتی ہیں (۳) تیسرا یہ کہ وہ پانی گرد وغبار اور مٹی سے صاف ہے، ایسے پانی کی آمیزش شراب کو مکدر نہیں کرتی (۴) چوتھے یہ کہ نہر کے جس مقام سے وہ پانی لیا گیا ہے وہاں کا گھاٹ کافی چوڑا ہے اور اس کی تہ میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے ہیں، گھاٹ کے چوڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ پانی زیادہ ہے اور سنگریزوں کی وجہ سے وہاں کا پانی خوب صاف ہے (۵) پانچواں یہ کہ وہ پانی نہر سے چاشت کے وقت نکالا گیا ہے، یعنی ایسے وقت جب تھوڑا ہی دن چڑھا تھا اس وقت ہوا بھی قدرے خنک ہوتی ہے۔ (۶) چھٹا یہ کہ اس پانی کو بادِ شمالی کے خوب جھوکے لگے ہیں اور بادِ شمالی میں خنکی ہوتی ہے، اس لیے وہ پانی جس کو بادِ شمالی کے جھونکے لگے ہوں وہ نہایت سرد ہوگا۔ (ملخصاً از ارشاد الی بانت سعاد: ص ۱۳)

(۶)

تَنْفِي الرِّيَاحُ الْقَذَى عَنْهُ وَأَفْرَطَهُ   مِنْ صَوْبِ سَارِيَةٍ بِيْضٌ يَعَالِيْلُ

ترجمہ: (وہ پانی کیسا ہے جو شراب میں ملایا گیا ہے؟ وہ پانی ایسا ہے کہ) جس سے ہوائیں گندگی کو دور کرتی ہیں اور اس سے پہلے (رات ہی میں) سفید چمکتے ہوئے بادلوں نے (اس گھاٹ پر)

بارش برسائی ہے۔

حل لغات: تنفی: **فعل مضارع واحد مؤنث از** نفی ینفی عنہ **بمعنی دور ہونا۔** أفرط: از افرط یفرط افراطا **بمعنی آگے بڑھنا، سبقت لے جانا۔** صوب: **مصدر از** صاب یصوب صوبا **بمعنی** کسی شئی کا اوپر سے اترنا۔ المطر: بارش کا پہونچنا۔ السّاریۃ: رات کو آنے والا بادل۔ یعالیل: واحد یعلول ہے **بمعنی سفید بادل۔**

تشریح: اس شعر سے بھی اس پانی کی صفائی اور خنکی بتانا مقصود ہے۔

(۷)

أَكْرِمْ بِهَا خُلَّةً لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ
مَوْعُوْدَهَا أَوْ لَوْ أَنَّ النُّصْحَ مَقْبُوْلُ

ترجمہ: سعاد کتنی اچھی محبوبہ ہے، مگر اے کاش وہ وعدے کی بھی سچی ہوتی اور ہماری نصیحتیں قبول کرنے والی ہوتی۔

حل لغات: أکرم بها: **فعل تعجب بروزن** أفعل بہ کیا ہی خوب ہے۔ خلۃ: دوست، محبوبہ۔ موعود: اسم مفعول از وعد یعد وعدا **بمعنی وعدہ کرنا۔**

لَوْ أَنَّ النُّصْحَ: اس کو لَوَنَّ النّصْح بھی پڑھا گیا ہے، اس طرح کہ اَنّ کا ہمزہ نقل کر کے واو کو دے دیا گیا۔

(۸)

لٰكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيْطَ مِنْ دَمِهَا
فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلَافٌ وَتَبْدِيْلُ

ترجمہ: لیکن وہ ایسی محبوبہ ہے کہ عاشق کو تکلیف پہنچانا، ستم ڈھانا، وعدہ خلافی کرنا اور (یکے بعد دیگرے) اپنے عاشق تبدیل کرنا اس کے خون میں ملا دیا گیا ہے۔ (یعنی اس کی سرشت میں شامل ہے) تَبْدِیْلُ کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ملاقات کے اوقات کو بدلنا۔

حل لغات: سیط: **فعل ماضی مجہول از** ساط یسوط سوطا **بمعنی مخلوط کرنا، گڈمڈ کرنا، ملانا۔** فجع: **مصدر از** فجع یفجع **بمعنی دردمند کرنا، مصیبت زدہ بنانا۔** ولع: **مصدر از** ولع یلع **بمعنی جھوٹ بولنا۔** اخلاف: **مصدر از** اخلف یخلف **بمعنی وعدہ خلافی کرنا۔**

تشریح: یہ شعر گذشتہ شعر سے مربوط ہے پہلے شعر میں شاعر محبوبہ پر تعجب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ

محبوبہ ہونے کی جہت سے کیا ہی اچھی ہے لیکن اس نے کبھی اپنا وعدہ وفا نہیں کیا، اور نہ ہی میری نصیحتوں کو مانا اگر اس کے اندر یہ دو اوصاف بھی ہوتے تو کیا بات تھی۔ اب اس شعر میں اس کی عہد شکنی اور بے وفائی پر صفائی پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ بھی کیا کرے کیوں کہ عاشقوں کو ستانا، تکلیف دینا، مکر جانا، ستم ڈھانا، جلدی جلدی عاشق بدلنا (یا بار بار ملاقات کے اوقات بدل دینا) یہ سب اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے، گویا اس میں اس کی کوئی غلطی نہیں ہے، وہ پیدا ہی ان صفات کے ساتھ کی گئی ہے۔

(۹)

فَمَا تَدُوْمُ عَلَى حَالٍ تَكُوْنُ بِهَا كَمَا تَلَوَّنُ فِي أَثْوَابِهَا الْغُوْلُ

ترجمہ: (یہ تمام چیزیں جو گذشتہ شعر میں بیان ہوئیں اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں) لہٰذا وہ کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی کہ اسی ایک حال پر رہے (بلکہ بے وفائی کے مختلف رنگ بدلتی رہتی ہے) جیسا کہ چڑیل طرح طرح کے لباسوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

حل لغات: تدوم: فعل مضارع واحد مؤنث از دام یدوم دواما بمعنی ہمیشہ رہنا، ٹھہرنا۔ تلوّن واحد مؤنث فعل مضارع معروف، اصل میں تتلوّن تھا ایک تا کو تخفیف کی بنا پر حذف کر دیا، بمعنی مختلف رنگ کا ہونا۔ الغول: بمعنی چڑیل، بھوتنی۔

تشریح: اس شعر میں گذشتہ شعر کے مفہوم کو مزید آگے بڑھایا گیا ہے۔ پہلے والے شعر میں یہ کہا تھا کہ تکلیف پہنچانا، اپنی بات سے مکر جانا، وعدہ خلافی کرنا اور عاشق بدلنا وغیرہ اس کی سرشت میں شامل ہے، اس شعر میں فرماتے ہیں کہ ہیں کہ جب اس میں مذکورہ صفات موجود ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی، کبھی محبوب سے ملتی ہے تو کبھی نہیں ملتی، کبھی اسے خوش کرتی ہے تو کبھی ناخوش، کبھی ملاقات کے وعدے کرتی ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ اس طرح بے وفائی کے رنگ وروپ بدلتی رہتی ہے جیسا کے چڑیل مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۰)

فَلَا تَمَسَّكُ بِالْعَهْدِ الَّذِيْ زَعَمَتْ إِلَّا كَمَا تُمْسِكُ الْمَاءَ الْغَرَابِيْلُ

ترجمہ: محبوبہ اپنے عہد پر صرف اتنی دیر ہی قائم رہتی ہے جتنی دیر چھلنیاں پانی کو روکتی ہیں۔

حل لغات: تمسّك: فعل مضارع از تمسّك يتمسّك بــه بمعنی مضبوطی کے ساتھ پکڑنا۔ الغرابیل: واحد غربال بمعنی چھلنیاں۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ محبوبہ اپنے عہد و پیمان پر قائم نہیں رہتی، بڑی جلدی اپنے کیے ہوئے وعدے توڑ دیتی ہے۔ وہ وعدہ توڑنے میں کتنی سرعت اور عجلت کا مظاہرہ کرتی ہے اس کے لیے شاعر نے چھلنی کی مثال دی ہے، آپ اگر چھلنی میں پانی ڈالیں تو وہ فوراً نیچے بہ جائے گا، ذرا دیر بھی چھلنی میں نہیں رکتا، یہی حال محبوبہ کے وعدے کا ہے کہ وہ اپنے وعدے پر بس اتنی ہی دیر قائم رہتی ہے جتنی دیر چھلنی میں پانی رکتا ہے۔ یعنی فوراً وعدہ توڑ دیتی ہے۔

(۱۱)

فَلَا يَغُرَّنْكَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ　　　إِنَّ الْأَمَانِيَّ وَالْأَحْلَامَ تَضْلِيلُ

ترجمہ: تو (اے مخاطب) محبوبہ کا تمہیں امیدیں دلانا اور تم سے وعدے کرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اس لیے کہ آرزوئیں اور خواب گمراہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

حل لغات: لايَغُرَّنّ: فعل نہی غائب از غر يغرّ، بمعنی دھوکے میں ڈالنا، منّت: فعل ماضی واحد مؤنث غائب از منّ يمنّ، بمعنی تمنا دلانا، امید دلانا۔ الأمانيّ: واحد امنيّة بمعنی آرزو، ارمان، الأحلام: واحد حلم بمعنی خواب، تضليل: مصدر از ضلّل يضلّل تضليلا بمعنی گمراہ کردینا۔

تشریح: اس میں یا تو شاعر خود اپنے آپ کو مخاطب کررہا ہے یا پھر دوسرے سے خطاب کررہا ہے کہ اے مخاطب! اگر محبوبہ تمہیں وصل کی آرزو اور امید دلاتی ہے اور مختلف قسم کے وعدے کرتی ہے تو اس کی یہ ادا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اس لیے کہ وہ تمنائیں جو انسان کرتا ہے یا وہ خواب جو وہ دیکھتا ہے وہ تو دراصل گمراہی کا سبب ہیں لہٰذا ان پر بھروسہ کرنا بے فائدہ اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔

(۱۲)

كَانَتْ مَوَاعِيدُ عُرْقُوبٍ لَهَا مَثَلًا　　　وَمَا مَوَاعِيدُهَا إِلَّا الْأَبَاطِيلُ

ترجمہ: عرقوب کے وعدے اس (محبوبہ) کے لیے مثال اور نمونہ ہو گئے، اس کے تمام وعدے جھوٹ اور فریب کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

حل لغات: مواعید: واحد میعاذ بمعنی وعدے کا وقت، وعدے کی جگہ متعین کرنا۔ عرقوب: دورِ جاہلیت کے ایک عربی شخص کا نام ہے۔

تشریح: شعر کا مطلب واضح ہے یعنی اس نے وعدہ خلافی کے لیے عرقوب جیسے وعدہ خلاف کو نمونہ بنایا ہے، اسی لیے اس کے سارے وعدے صرف جھوٹ، فریب اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔

عرقوب کے بارے میں خطیب تبریزی لکھتے ہیں کہ عرقوب بن معید یا بن معبد بنی عبد شمس بن ثعلبہ کا فرد تھا، اس کی عہد شکنی کے قصوں میں ایک قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ وہ اس کو کھجور کا درخت دے گا۔ جب وہ شخص اس کے بتائے ہوئے وقت پر آیا تو کہنے لگا کہ ابھی رہنے دو جب درخت پر کچھ کچی کھجوریں آجائیں تو لے لینا، جب وہ درخت کچی کھجوروں والا ہو گیا تو عرقوب کہنے لگا کہ ابھی رہنے دو جب یہ رطب والا ہو جائے (یعنی یہ کھجوریں ادھ پکی ہو جائیں) تب لے لینا، جب درخت رطب والا ہو گیا تو کہنے لگا کہ ابھی رہنے دو جب یہ کھجوریں تمر ہو جائیں (یعنی پوری طرح پک جائیں) تو لے لینا، بالآخر اس درخت کی کھجوریں پوری طرح پک گئیں، اس سے پہلے کہ وہ آدمی درخت کا مطالبہ کرنے کے لیے عرقوب کے پاس آتا عرقوب نے رات ہی میں اس درخت کاٹ دیا اور اس شخص کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ (ملخصاً از شرح قصیدہ بانت سعاد خطیب تبریزی: ص ۳۸)

وعدہ خلافی کے اسی قسم کے واقعات کی وجہ سے عرقوب وعدہ خلافی میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ عربی کی مثل ہے "اخلف من عرقوب" یعنی عرقوب سے زیادہ وعدہ خلاف۔

(۱۳)

أَرْجُوْ وَآمُلُ أَنْ تَدْنُوَ مَوَدَّتُهَا ... وَمَا إِخَالُ لَدَيْنَا مِنْكِ تَنْوِيْلُ

ترجمہ: مَیں امید کرتا ہوں کہ اس کی محبت (ایک نہ ایک دن) قریب آئے گی۔ (پھر شاعر محبوبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے سعاد!) تیری جانب سے کوئی بھلائی میرے خیال میں نہیں آتی۔

حل لغات: تدنو: مضارع واحد مؤنث غائب از دنا یدنو دنوًا بمعنی کسی چیز کے قریب ہونا۔

مودّۃ: مصدر از ودّ یودّ وُدّا وودادا وموَدّۃ بمعنی محبت کرنا۔ إخال: مضارع واحد متکلم أخال اور إخال دونوں طرح مستعمل ہے لیکن کسرۂ ہمزہ کے ساتھ زیادہ فصیح ہے از خال یخال بمعنی خیال کرنا، گمان کرنا، تنویل: مصدر از نوّل ینوّل تنویلا بھلائی پہنچانا، عطیہ دینا۔

تشریح: یعنی اس کے باوجود کہ محبوبہ وعدہ خلافی وغیرہ کے ان اوصاف کی حامل ہے جن کا ذکر گذشتہ اشعار میں کیا گیا پھر بھی مَیں امید کرتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن اس کو ضرور مجھ پر ترس آئے گا اور اس کی نگاہ التفات ضرور میری طرف ہوگی۔ پھر شاعر ضمیر غائب سے اچانک ضمیر حاضر کے ذریعے محبوبہ کی طرف التفات کر کے کہتا ہے کہ اے سعاد! تیرے وہ اوصاف جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے ان پر نظر کرتے ہوئے مجھے امید نہیں کہ تیری جانب سے کوئی بھلائی مجھے میسر آئے۔ گویا اضطراری کیفیت سے دوچار ہے۔ کبھی اسے محبوبہ کی وعدہ خلافی اور بے وفائی کا خیال آتا ہے تو وصل سے ناامید ہو جاتا ہے اور جب یہ سوچتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اسے اپنے کیے پر پچھتاوا ہو اور زندگی سے مایوس ہو کر وہ میرے پاس چلی آئے تو اس وقت امید کا دامن پکڑ کر دل کو تسلی دیتا ہے۔ پہلے مصرع میں یہی امید کی کرن ہے اور دوسرے مصرع میں ناامیدی اور مایوسی کی کیفیت ہے۔

(۱۴)

أَمْسَتْ سُعَادُ بِـأَرْضٍ لَا تُبَلِّغُهَا　　إِلَّا الْعِتَاقُ النَّجِيْبَاتُ الْمَرَاسِيْلُ

ترجمہ: سعاد ایسی جگہ چلی گئی کہ اس تک مجھے کوئی نہیں پہنچا سکتا سوائے تیز رفتار عمدہ نسل، شریف الاصل اونٹنیوں کے۔

حل لغات: العتاق: عتیق کی جمع بمعنی کریم الاصل، عمدہ، مراد النوق العتاق ہے۔ النجیبات: نجیبۃ کی جمع بمعنی شریف الاصل۔ المراسیل: مرسال کی جمع بمعنی تیز رفتار اونٹنی۔

تشریح: ابتدائی اشعار میں شاعر نے کہا تھا کہ محبوبہ مجھ سے جدا ہوگئی، اب شاعر بتاتا ہے کہ وہ جدا ہو کر کہاں گئی ہے، کہتے ہیں کہ وہ عاشق سے جدا ہو کر ایسی سرزمین پر پہنچ گئی جہاں تک پیدل یا عام اونٹنی پر سوار ہو کر پہنچنا ممکن ہی نہیں، وہاں تک تو صرف عمدہ نسل، شریف الاصل، تیز رفتار اونٹنیاں ہی پہنچا سکتی ہیں۔ یہ اس مقام کی دوری کو بتاتا ہے کہ وہ جگہ اتنی دور ہے کہ وہاں تک عام قسم کی اونٹنی کے ذریعے پہنچ پانا ممکن نہیں، اس دوری کو عبور کرنے کی صلاحیت صرف عمدہ نسل کی تیز رفتار

اونٹنیاں ہی رکھتی ہیں۔

(۱۵)

وَلَـنْ يُبَـلِّـغَهَـا إِلَّا عُـذَافِـرَـةٌ   فِيْهَـا عَـلَـى الْأَيْنِ إِرْقَـالٌ وَتَبْغِيْلُ

ترجمہ: اور ہرگز ہرگز مجھے اس تک کوئی نہیں پہنچا سکتا سوائے مضبوط تیز رفتار اونٹنی کے اور وہ بھی ایسی ہو کہ تھکن اور درماندگی کے باوجود تیز چلے اور خوب دوڑے۔

حل لغات: عذافرة: مضبوط اونٹنی۔ الأین: تھکن، ماندگی۔ الارقال، والتبغیل: یہ دونوں تیز چلنے کی ایک قسمیں ہیں۔

تشریح: یہ شعر گذشتہ شعر کی تاکید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کو اس کی محبوبہ کے پاس مضبوط اونٹنی کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا سکتا اس میں بھی یہ کہ بڑی جدوجہد اور تکلیف کے بعد اور تیز دوڑے گی تب کہیں جا کر وہاں تک پہنچ پائے گی۔ اس سے بھی اس مقام کی دوری دکھانا مقصود ہے جہاں شاعر کی محبوبہ چلی گئی ہے۔ اب آگے بھی مسلسل کئی اشعار میں اس اونٹنی کی صفات بیان کریں گے جو اس طویل مسافت کو طے کرنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتی ہو۔

(۱۶)

مِنْ كُلِّ نَضَّاخَةِ الذِّفْرَى إِذَا عَرِقَتْ   عُرْضَتُهَـا طَامِسُ الْأَعْلَامِ مَجْهُوْلُ

ترجمہ: اس کے کان کے پیچھے کی ہڈی سے بہت زیادہ پسینہ نکلتا ہو، (دوسرے یہ کہ) وہ اونٹنی ہمیشہ ایسے صحرائی مقامات کا قصد کرتی ہو جہاں راستے کے نشانات مٹ چکے ہوں۔

حل لغات: نضاخة: اسم مبالغہ بمعنی بہت زیادہ ابلنے والا۔ الذفری: کان کے پیچھے کی ہڈی۔ العرضة: ہمت، ارادہ، نشانہ، قوت۔ طامس: بمعنی مطموس از طمس یطمس طمسا بمعنی مٹنا۔

تشریح: اونٹنی جتنی تیز دوڑے گی اتنا ہی اس کو پسینہ آئے گا، شاعر کی مطلوبہ اونٹنی ایسی ہو کہ جس کے کان کی ہڈی پر بہت زیادہ پسینہ آتا ہو، یہ بھی اس اونٹنی کے تیز رفتار ہونے کا کنایہ ہے۔

دوسری صفت یہ بیان کی کہ وہ اونٹنی زیادہ تر ایسے بیابانوں کا سفر کرتی ہے جہاں راستے کے کوئی نشانات وغیرہ نہیں ہوتے، اس کے باوجود یہ کبھی راستہ نہیں بھٹکتی، کیوں کہ یہ اونٹنی ایسی سدھی ہوئی ہے کہ راستے کو خوب پہچانتی ہے، اور سوار کو منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔

(۱۷)

تَـرْمِـي الْـغُـيُـوْبَ بِـعَـيْـنَـيْ مُـفْـرَدٍ لَـهِـقٍ إِذَا تَـوَقَّـدَتِ الْـحِـزَّ انُ وَالْـمِـيْـلُ

ترجمہ: (وہ اونٹنی اتنی تیز نظر ہے کہ) وہ نشان راہ جو محو ہو گئے ہیں ان کو بھی دیکھ لیتی ہے۔ اپنی ان آنکھوں سے دیکھتی ہے جو جنگلی سفید بَیل کی آنکھوں سے مشابہ ہیں۔ (اور ان محو شدہ نشانوں کو) اس وقت دیکھ لیتی ہے جب سخت زمینیں اور ریت کے تودے شدید گرمی کی وجہ سے آگ کی طرح بھڑک اٹھیں۔

حل لغات: المفرد: جنگلی بیل۔ اللھق: بمعنی سفید یا سفید بیل۔ الحزّان: حزین کی جمع بمعنی سخت زمین۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اوصاف مذکورہ کے علاوہ اس اونٹنی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ نہایت تیز نظر ہے اور اس کی اس خوبی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ سخت گرمی میں بھی ان نشان راہ کو جو محو ہو گئے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہے گویا کہ اس کی آنکھیں سفید جنگلی بیل کی آنکھیں ہوں۔ سفید جنگلی بیل کی آنکھوں سے تشبیہ اس لیے دی کیوں کہ وہ نہایت تیز نظر اور گرمی کی شدت پر بڑا صابر ہوتا ہے، خصوصاً عرب کی ان وادیوں میں جہاں حرارت اور خشکی زیادہ اور پانی بہت کم پایا جاتا ہے۔

(۱۸)

ضَـخْـمٌ مُـقَـلَّـدُ هَـا فَـعْـمٌ مُـقَـيَّـدُهَـا فِـيْ خَـلْقِهَا عَنْ بَنَاتِ الْفَحْلِ تَفْضِيْلُ

ترجمہ: اس (اونٹنی) کی گردن موٹی (بھاری) ہے، اس کے ہاتھ مضبوط (گوشت سے پُر) ہیں اور وہ اونٹنی اپنی خلقت میں اونٹ کی دوسری بیٹیوں سے افضل ہے۔

حل لغات: ضخم: بمعنی بھاری بھرکم، بڑے سائز کا، زبردست۔ المقلّد: بمعنی موضع القلادۃ، لیکن اس سے یہاں گردن مراد ہے۔ الفعم: بمعنی ممتلئ یعنی لبالب بھرا ہوا۔ المقیّد: موضع القید، لیکن یہاں ہاتھ مراد ہے۔

تشریح: شاعر اس شعر میں اس اونٹنی کی تین صفتیں ذکر کر رہے ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ اس کی گردن موٹی ہے، جس سے اس کے جسم کے توانا اور تندرست ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ دوسری یہ

کہ اس کے ہاتھ پاؤں مضبوط اور گوشت سے پُر ہیں، اس سے اس اونٹنی کی قوت رفتار اور اپنے سوار کو اٹھانے کی طاقت ظاہر ہوتی ہے۔ تیسری صفت یہ کہ وہ دوسری اونٹنیوں کے مقابلے میں اعضا کے متناسب ہونے اور خوب صورتی میں افضل و برتر ہے۔

(۱۹)

غَلْبَاءُ وَجْنَاءُ عُلْكُومٌ مُذَكَّرَةٌ　　　فِي دَفِّهَا سَعَةٌ قُدَّامُهَا مِيْلُ

ترجمہ: وہ اونٹنی موٹی گردن والی، چوڑے رخساروں والی، مضبوط، نر اونٹ کے مشابہ ہے۔ اس کے پہلو فراخ اور کشادہ ہیں۔ ایک میل کے فاصلے کو دیکھنے والی ہے۔ یا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لمبے لمبے قدم رکھنے والی ہے۔

حل لغات: غلباء: بمعنی موٹی گردن والی ہونا۔ وجناء: بمعنی بڑے رخساروں والی ہونا۔ علکوم: بمعنی سختی، مضبوطی، مذکّرۃ: بمعنی وہ عورت جو مردوں کے مشابہ ہو، مراد یہاں اس اونٹنی کا اونٹ کے مشابہ ہونا ہے۔ الدّف: بمعنی پہلو۔ قدّام: بمعنی آگے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ یہ اونٹنی نہایت فربہ، مضبوط اور چست ہے۔ اپنی خلقت و شکل و صورت اور پہلو کی فراخی و کشادگی میں تو گویا وہ نر اونٹ کی طرح ہے۔ اور اتنی تیز نظر ہے کہ اپنی لمبی گردن سے ایک میل کے فاصلے سے چیز کو دیکھ لیتی ہے۔ قدامها ميل کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ دوڑتے وقت اس کے قدم اتنی دوری پر پڑتے ہیں کہ گویا ایک ایک میل پر قدم رکھتی ہو، یہ اس کی تیز رفتاری کی طرف اشارہ ہوگا۔

(۲۰)

وَجِلْدُهَا مِنْ أُطُومٍ لَا يُؤَيِّسُهُ　　　طَلْحٌ بِضَاحِيَةِ الْمَتْنَيْنِ مَهْزُوْلُ

ترجمہ: اس اونٹنی کی کھال زرافہ کی کھال کی مانند (ایسی سخت اور چکنی) ہے کہ چونک اس کے پہلوؤں کے دونوں طرف کو کمزور اور ذلیل نہیں کر سکتی۔

حل لغات: الأطوم: بمعنی سمندری کچھوا، ایک قسم کی موٹی کھال کی مچھلی یا زرافہ۔ یؤیّسه: از ایس یؤیّس تاییسا بمعنی ذلیل کرنا۔ الطلح: بمعنی قراد۔ الضاحية: ہر شئی کا کھلا ہوا حصہ جس پر دھوپ لگتی ہو۔ المتنين: تثنیہ متن کی بمعنی پیٹھ، متنین سے مراد پیٹھ کے دونوں طرف ہیں

المھزول: اسم مفعول ازھزل یھزل ھزلا: بمعنی دبلا کرنا، کمزور کرنا۔

تشریح: اس شعر میں اونٹنی کی کھال کی صفت بیان کی جارہی ہے، اس کی کھال کو شاعر نے ''الاطوم'' سے تشبیہ دی ہے، اطوم کے تین معنی ہیں: سمندری کچھوا، ایک قسم کی موٹی کھال کی مچھلی، یا زرافہ اوران تینوں کی کھال سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ اونٹنی کی کھال کو سختی اور چکنے پن میں زرافہ یا سمندری کچھوے سے تشبیہ دینے کے بعد اس کی کھال کی ایک خوبی اور بیان کرر ہے ہیں کہ وہ ایسی مضبوط کھال ہے کہ جونک (یعنی وہ کیڑا جو جانوروں کی کھال سے چمٹ جاتا ہے اور ان کا خون پیتا ہے) اس کی پیٹھ پر چپک جائے تب بھی اس اونٹنی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا پائے گی۔

(۲۱)

حَرْفٌ أَخُوْهَا أَبُوْهَا مِنْ مُهَجَّنَةٍ وَعَمُّهَا خَالُهَا قَوْدَاءُ شِمْلِيْلُ

ترجمہ: (وہ اونٹنی قوت وصلابت کے اعتبار سے) پہاڑ کے کنارے کی طرح ہے، اس کا باپ شرف نسب میں اس کا بھائی ہے یعنی اچھی نسل کی اونٹنی ہے اوراس کا چچا ہی اس کا ماموں ہے، لمبی پیٹھ اور لمبی گردن والی ہے اور تیز رفتار ہے۔

حل لغات: مھجنة: یعنی ہجان کی جانب منسوب اونٹنی جو اچھی نسل کی ہونے کی وجہ سے خراب نسل کے اونٹوں سے باز رکھی جائے۔ القوداء: بمعنی لمبی پیٹھ اور گردن والی ہونا۔ شملیل: بمعنی تیز رفتار اونٹ یا اونٹنی۔ حرف: بمعنی کنارہ، مراد حرف الجبل یعنی پہاڑ کا کنارہ ہے۔

تشریح: خلاصہ یہ ہے کہ وہ اونٹنی انتہائی طاقتور اور شریف النسب اور کریم الاصل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا بھائی اس کا باپ حقیقۃ ہو اور اس کا چچا اس کا ماموں۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک اونٹ اپنی بیٹی سے جفت ہوا اور اس سے دو نر اونٹ پیدا ہوئے پھر ان دو اونٹوں میں سے ایک اپنی ماں سے جفت ہوا اور اس نے ایک اونٹنی جنی تو ان دونوں میں سے وہ اونٹ جو اس اونٹنی کی ماں سے جفت ہوا ہے اور یہ اس کے نطفے سے پیدا ہوئی ہے اس کا باپ ہے اور اخیافی بھائی بھی اور دو اونٹوں میں کا دوسرا وہ اونٹ جو اپنی ماں سے جفت نہیں ہوا اس اونٹنی کا چچا ہے وہ اس کے باپ کا حقیقی بھائی ہے اور ماموں بھی کیوں کہ وہ اس کی ماں کا علاتی بھائی ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ وہ جیدة الاصل ہے کیوں کہ چوپاؤں کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے قریبوں اور ہم نسبوں سے جفت ہونا

زیادہ پسند کرتے ہیں، اور تقارب نسب شتروں میں ممدوح ہے برخلاف انسان کے۔(استفادہ ازارشادالی بانت سعاد)

(۲۲)

يَمْشِي الْقُرَادُ عَلَيْهَا ثُمَّ يُزْلِقُهُ مِنْهَا لَبَانٌ وَأَقْرَابٌ زَهَالِيْلُ

ترجمہ: جونک (خون چوسنے والا کیڑا) اس پر چلتا ہے تو اس کا سینہ اور کوکھیں جو چکنی ہیں اس کو پھسلا کر گرا دیتی ہیں۔

حل لغات: یمشی: از مشی یمشی مشیة **بمعنی** چلنا، لبان: **بمعنی** سینہ۔ اقراب: قرب کی جمع بمعنی کوکھ۔، زھایل: زھلول کی جمع بمعنی چکنا۔

تشریح: اس شعر میں بھی اس اونٹنی کی کھال کی چکنائی اور خوبی کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم اتنا چکنا اور صاف وشفاف ہے کہ اس پر جونک جیسا چپکنے والا کیڑا بھی نہیں رک سکتا اور یہ وصف اونٹوں کے اوصاف میں نہایت پسندیدہ ہے۔ شاعر نے سینہ اور کوکھوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ کے جسم میں یہی دو مقامات ایسے ہیں جو اونٹ کے بیٹھنے کے وقت زمین سے لگتے ہیں اور زمین سے لگتے لگتے سخت ہو جاتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جب اس اونٹنی کے یہ دو مقامات اتنے چکنے اور صاف وشفاف ہیں تو اس کا باقی جسم کتنا اعلیٰ ہوگا۔

(۲۳)

عَيْرَانَةٌ قُذِفَتْ بِالنَّحْضِ عَنْ عُرُضٍ مِرْفَقُهَا عَنْ بَنَاتِ الزَّوْرِ مَفْتُوْلُ

ترجمہ: وہ اونٹنی مضبوطی اور قوت ونشاط میں جنگلی گدھے کی طرح ہے اور ہر طرف سے اس کے جسم پر گوشت پھینکا گیا ہے (یعنی خوب موٹی اور تندرست ہے) اس کے جوڑ (کہنیاں) سینے سے دور ہیں۔

حل لغات: العیرانة: وہ اونٹنی جو مضبوطی اور قوت ونشاط میں جنگلی گدھے کے مشابہ ہو۔ النحض: بمعنی گوشت۔ العرض: بمعنی جانب، کنارہ، مراد اس شعر میں عموم ہے۔ الزور: بمعنی سینے کی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ۔ مفتول: اسم مفعول بمعنی مضبوط جسم والا ہونا۔

تشریح: پہلے مصرع میں جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ اس سے پہلے اشعار میں بھی مذکور ہو چکی

ہیں۔ دوسرے مصرع میں فرماتے ہیں کہ اس کے سینے کی کشادگی اور فراخی کی وجہ سے اس کی کہنیاں (یعنی جوڑ) اس کے سینے سے دور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس دوری کی وجہ سے وہ تیز رفتار سے دوڑنے کے باوجود الجھتی نہیں اور نہ ٹھوکر کھاتی ہے۔ اگر اونٹنی کا سینہ تنگ ہو تو کبھی تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کے پاؤں آپس میں ٹکراتے ہیں جس کی وجہ سے اونٹنی کے گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(۲۴)

كَأَنَّمَا فَاتَ عَيْنَيْهَا وَمَذْبَحَهَا مِنْ خَطْمِهَا وَمِنَ اللَّحْيَيْنِ بِرْطِيْلُ

ترجمہ: گویا کہ اس کے چہرے کا وہ حصہ جو ناک اور منہ سے لے کر اس کی آنکھوں تک ہے اور وہ جو اس کے جبڑوں سے اس کے نرخرے تک ہے لمبائی میں پتھر کاٹنے والے آلے کی طرح ہے۔

حل لغات: الخطم: بمعنی چوپایہ کے ناک اور منہ کے سامنے کا حصہ۔ اللحیین: حالت جری میں ہے لحی کی تثنیہ بمعنی جبڑا، البرطیل: پتھر کاٹنے کا آلہ یا آری۔

تشریح: خلاصہ یہ ہے کہ اس اونٹنی کا سر انتہائی مضبوط اور بڑا ہے اور اس کی گردن لمبی ہے۔

(۲۵)

تُمِرُّ مِثْلَ عَسِيْبِ النَّخْلِ ذَا خُصَلٍ فِيْ غَارِزٍ لَمْ تَخَوَّنْهُ الْأَحَالِيْلُ

ترجمہ: وہ اونٹنی اپنی دم ہلاتی اور مارتی ہے جو کھجور کے پیڑ کی ٹہنی کی طرح ہے اور اس پر خوب بال ہیں (کہاں مارتی ہے) اپنے تھنوں پر جن کو دودھ کے نکلنے نے کم نہیں کیا ہے۔

حل لغات: تمرّ: مضارع از امرّ یمرّ: بمعنی گزارنا، مراد دم ہلانا، مارنا۔ عسیب: بمعنی کھجور کی ٹہنی جس سے پتے دور کردیے گئے ہوں۔ الغارز: بمعنی وہ اونٹنی جس کا دودھ کم ہوگیا ہو، لیکن یہاں غارز سے مراد تھن ہے، تخوّنہ: فعل مضارع، واحد مؤنث غائب، اس کی اصل تتخونہ تھی، ایک تا کو حذف کردیا گیا، بمعنی تھوڑا تھوڑا کرکے کسی چیز کو کم کرنا۔ الاحالیل: احلیل کی جمع بمعنی پستان میں دودھ نکلنے کا سوراخ۔ الخصل: خصلة کی جمع بمعنی بالوں کا گچھا۔

تشریح: شاعر اس شعر میں اس اونٹنی کی دم کا وصف بیان کر رہے ہیں، وہ چلتے وقت مکھیاں اڑانے کے لیے اپنی دم ہلاتی ہے۔ اس کی دم کو شاعر نے کھجور کی ٹہنی سے تشبیہ دی ہے۔ اس کی دم بالوں

سے بھری ہوئی ہے اور یہ دم وہ اپنے تھنوں پر مارتی ہے۔ دم پر بالوں کا کثرت سے ہونا یہ اونٹنی کی خوبصورتی کی نشانی ہوا کرتی ہے اور اس کا دودھ نہ دوہنا یہ اس کی طاقت وقوت کی ایک بڑی دلیل ہے۔

(۲۶)

قَنْوَاءُ فِيْ حَرَّتَيْهَا لِلْبَصِيْرِ بِهَا　　عِتْقٌ مُبِيْنٌ وَفِي الْخَدَّيْنِ تَسْهِيْلُ

ترجمہ: وہ اونٹنی اٹھی ہوئی ناک والی ہے، اس کے کانوں میں دیکھنے والے کے لیے واضح نجابت وشرافت ہے اور اس کے رخساروں میں نرمی ہے۔

حل لغات: قنواء: بمعنی ناک کا اٹھا ہوا ہونا، الحرّتان: بمعنی کان، العتق: بمعنی شرافت ونجابت، المبین: بمعنی ظاہر، واضح۔ الخدّین: خدّ کی تثنیہ بمعنی رخسار۔

تشریح: شاعر نے یہاں اونٹنی کا ایک اور عمدہ وصف یعنی اس کی ناک کا اٹھا ہوا ہونا بیان کیا ہے اور یہ کہ جب بھی کوئی ایسا شخص جو اونٹوں کی خوبیوں اور خامیوں کا واقف کار ہو وہ اس اونٹنی کے کانوں اور رخساروں سے ہی جو کہ نرم ہیں اس کی شرافت ونجابت معلوم کر لیتا ہے۔

خطیب تبریزی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ جب حضرت کعب اس شعر پر پہنچے تو حضور اقدس ﷺ نے وہاں موجود صحابہ کی طرف التفات فرما کر سوال کیا کہ "ما حرتاها" یعنی حرۃ کا کیا معنی ہے؟، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ "اس کی آنکھیں" اور بعض صحابہ خاموش رہے، اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس سے مراد اونٹنی کے کان ہیں۔ (شرح بانت سعاد: خطیب تبریزی، ص ۵۶)

(۲۷)

تَخْدِيْ عَلَى يَسَرَاتٍ وَهْيَ لَاحِقَةٌ　　ذَوَابِلٌ وَقْعُهُنَّ الْأَرْضَ تَحْلِيْلُ

ترجمہ: وہ اونٹنی اپنے دبلے اور سوکھے ہوئے پیروں پر اس طور پر چلتی (دوڑتی) ہے کہ وہ اونٹ جو اس سے آگے چل رہے ہیں ان سے لاحق ہو جاتی ہے (یعنی مل جاتی ہے) اور (تیز چلنے کے سبب) اس کے قدم زمین پر برائے نام ہی پڑتے ہیں۔

حل لغات: تخدی: مضارع واحد مؤنث از خدی یخدی بمعنی تیز دوڑنا۔ یسرات: یسرۃ کی جمع بمعنی ہلکی ٹانگیں۔ ذوابل: ذابل کی جمع بمعنی دبلا۔ التّحلیل: مصدر از حلّل یحلّل تحلیلا

بمعنی کفارہ ادا کرنا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ وہ اونٹنی اپنے دبلے پتلے پیروں پر اتنا تیز دوڑتی ہے کہ اپنے آگے دوڑنے والے اونٹوں تک کو پیچھے چھوڑ دیتی ہے اور اتنا تیز دوڑتی ہے کہ اس کے قدم زمین پر تو برائے نام ہی پڑتے ہیں۔ اس معنی کی ادائے گی کے لیے شاعر نے ''تحلیل'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تحلیل کہتے ہیں قسم کو پورا کرنے کو، جیسے کوئی شخص اپنی قسم پوری کرنے کے لیے کوئی کام برائے نام کرتا ہے مثلاً زید نے قسم کھائی کہ میں خالد کو ماروں گا اور پھر بعد میں اپنی قسم پر پچھتایا تو اس نے اپنی قسم پوری کرنے کے لیے ڈھیلے ہاتھ سے خال مار دیا اور اس کی قسم پوری ہوگئی۔ اسی طرح جب وہ دوڑتی ہے تو اس کے قدم زمین سے ایسے ہی لگتے ہیں جیسے قسم پوری کرنے والا کسی کو ہلکے ہاتھ سے مارے، یہ اونٹنی کی تیز رفتاری کی دلیل ہے۔

(۲۸)

سُمْرِ الْعُجَايَاتِ يَتْرُكْنَ الْحَصَا زِيَمًا ۔۔۔ لَمْ يَقِهِنَّ رُؤُوسَ الْأُكْمِ تَنْعِيلُ

ترجمہ: اس کے پیروں کے پٹھے گندم گوں نیزوں کی طرح مضبوط ہیں جو تیز دوڑنے کے سبب راستے کے پتھروں کو اڑاتے جاتے ہیں، اور اس کو نعل بندی ٹیلوں کے سروں کے پتھروں سے نہیں بچاتی ہے۔ یعنی اس کے پاوؤں اتنے سخت ہیں اس کو نعل بندی کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: گذشتہ شعر کی طرح اس شعر میں بھی اونٹنی کی تیز رفتاری کا بیان ہے، یعنی وہ ایسی تیز رو ہے کہ اس کے دوڑنے سے آس پاس کے سنگ ریزے اڑتے جاتے ہیں، ٹیلوں کے سروں پر لوگ چونکہ کم چلتے ہیں اس لیے وہاں سنگ ریزے زیادہ جمع ہوتے ہیں مگر وہاں پر بھی اس کو نعل بندی کی ضرورت پیش نہیں آتی گویا اس کے پاوؤں بہت سخت ہیں۔

حل لغات: سمر: سمراء کی جمع بمعنی گندم گوں ہونا، مراد گندم گوں نیزے ہیں۔ العجایات: عجایة کی جمع بمعنی جانوروں کے بندوبست کا پٹھا۔ زیم: زیمة کی جمع بمعنی گوشت وغیرہ کا ٹکڑا۔ أکم: أکمة کی جمع منتہی الجموع بمعنی ٹیلہ، چھوٹی پہاڑی۔ تنعیل: مصدر از نعّل ینعّل بمعنی جوتا پہنانا۔

(۲۹)

كَـأنَّ أَوْبَ ذِرَاعَيْهَـا إذَا عَـرِقَـتْ وَقَـدْ تَـلَـفَّـعَ بِـالْقُوْرِ الْعَسَاقِيْلُ

ترجمہ: گویا کہ اس کے بازو کی تیزی (ادھیڑ عمر عورت کے بازی کی تیزی کی طرح ہے) جب اس اونٹنی کو پسینہ آتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ ٹیلوں نے سراب کی چادر اوڑھ لی ہے۔

حل لغات: الأوب: مصدر از آب یؤوب اوبا: بمعنی لوٹنا، واپس ہونا مراد تیزی کے ساتھ لوٹنا، تلفّع: فعل ماضی از تلفع یتلفع بمعنی سبھی کو گھیر لینا، القور: قارة کی جمع بمعنی چھوٹا پہاڑ، العساقیل: بمعنی سراب۔

تشریح: یہ شعر قطع بند ہے اور کأنّ کی خبر آگے شعر نمبر ۳۱ میں ذراعا عیطلٍ نصفٍ ہے لیکن میں نے شعر کا ترجمہ بریکٹ میں آسانی کے لیے کأنّ کی خبر کے ساتھ ملا کر کر دیا ہے۔ دوسری خوبی یہ بیان کی کہ جب اس کو پسینہ آتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ گویا ٹیلوں نے سراب کی چادر اوڑھ لی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے گرم وقت میں اس کی تیزی کا یہ عالم ہے تو پھر دیگر اوقات میں اس کی تیزی کا کیا عالم ہوگا، اس شعر کی مزید تفصیل آگے شعر نمبر ۳۱ میں آرہی ہے۔

(۳۰)

يَوْماً يَظَلُّ بِهِ الْحِرْبَاءُ مُصْطَخِداً كَـأنَّ ضَاحِيَـهُ بِالشَّمْسِ مَمْلُوْلُ

ترجمہ: (سراب کا ٹیلوں کو ڈھانکنا) ایسے گرم دن میں ہو جس میں گرگٹ بھی گرمی کی شدت سے جھلس اٹھے باوجودے کہ وہ گرمی کی شدت کا عادی ہوتا ہے، اس دن جو چیز بھی سورج کے سامنے ہے وہ سورج کی گرمی سے اس طرح جھلسی ہوئی ہے جیسا کہ وہ روٹی جو بھوبھل میں پکائی جائے۔

تشریح: مطلب یہ کہ جب اس کی رفتار ایسے سخت گرم دن میں ایسی ہے تو پھر جب موسم خوش گوار اور ٹھنڈا ہوگا تو اس کی رفتار کا عالم کیا ہوگا۔

(۳۱)

وَقَالَ لِلْقَوْمِ حَادِيْهِمْ وَقَدْ جَعَلَتْ وُرْقُ الْجَنَادِبِ يَرْكُضْنَ الْحَصَا قِيْلُوْا

ترجمہ: اس دن ایسی سخت گرمی ہے کہ ساربان اپنی قوم سے گرمی سے پریشان ہوکر کہے کہ اب تھوڑا آرام کرلو، ایسی حالت میں کہ خاکستری رنگ کی ٹڈیاں (پرواز سے تنگ آکر بیٹھنے کے لیے جلتے

ہوئے) پتھروں پر اپنے پر پھڑ پھڑا رہی ہوں۔

حل لغات: الحادی: بمعنی اونٹوں کو ہانکنے والا، حدی خواں، ساربان۔ جنادب: جندب کی جمع بمعنی ایک قسم کی ٹڈی۔ یر کضن: مضارع جمع مؤنث غائب از رکض یر کض بمعنی دوڑنا، پاؤں ہلانا، مراد ٹڈیوں کا جلدی جلدی پر پھڑ پھڑانا۔ وُرق: اورق کی جمع بمعنی خاکستری رنگ والا ہونا۔ قیلوا: امر حاضر جمع از قال یقیل قیلا: بمعنی دوپہر میں آرام کرنا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مذکورہ اونٹنی کا تیز دوڑنا ایسی شدید گرمی کے وقت میں ہے کہ حدی خواں اپنی قوم سے گرمی سے نڈھال ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ بھئی اب تھوڑا سا آرام کرلو اور اپنے اجسام کو گرمی کی شدت سے بچاؤ۔ اور اتنی سخت گرمی ہے کہ ٹڈیاں پرواز سے تنگ آکر بیٹھنے کے لئے پتھروں پر اپنے پر پھڑ پھڑا رہی ہیں کیوں کہ پتھروں کے سخت گرم ہونے کے سبب ان پر بیٹھ نہیں سکتیں، اور یہ کیفیت ان صحراؤں میں ہوتی ہے جہاں پانی میلوں تک نہیں ہوتا کیوں کہ مذکورہ قسم کی ٹڈیاں ایسے ہی جنگلوں اور میدانوں میں پائی جاتی ہیں، تو اس اونٹنی کا ایسے میدانوں میں سفر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ گرمی اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی پیاس پر خوب صبر کرتی ہے۔

(۳۲)

شَدَّ النَّهَارِ ذِرَاعَا عَيْطَلٍ نَصَفٍ　　　قَامَتْ فَجَاوَبَهَا نُكْدٌ مَثَاكِيلُ

ترجمہ: سخت دوپہر کے وقت بھی اس کے بازوؤں کی تیزی ادھیڑ عمر عورت کے بازوؤں کی تیزی کی طرح ہے اور وہ عورت کھڑی ہے اور اس کو وہ عورتیں جواب دے رہی ہیں جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔

حل لغات: شدّ: مصدر از شدّ یشدّ شدّا بمعنی بلند ہونا۔ العیطل: بمعنی الطویلة۔ النّصفُ: بمعنی درمیانی عمر والا، یعنی ادھیڑ عمر والا۔ النّکد: نکداء: کی جمع بمعنی وہ عورت جس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔ مثاکیل:

تشریح: شعر نمبر ۲۸ کأنّ أوب ذراعیها سے لے کر اس شعر تک چاروں اشعار کا مطلب یہ ہے کہ اس اونٹنی کا تیز چلنے کے وقت اپنے پیروں کو جلدی جلدی اٹھانا ایسے وقت میں تھا کہ سورج بلند

ہو چکا تھا کہ جس کے سبب اتنی شدید گرمی ہو چکی تھی کہ گرگٹ تک سورج کی گرمی سے جل گیا جو کے شدید گرمی کا عادی ہوتا ہے اور قافلے کے حدی خواں نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر اپنی تندرستی چاہتے ہو تو اتنی شدید گرمی میں مت چلو بلکہ تھوڑا آرام کرلو اور خاکستری رنگ کی ٹڈیاں پتھروں پر بیٹھ نہیں سکتیں تھیں کیوں کہ وہ دھوپ کی شدت سے بے حد گرم ہو گئے ہیں حالانکہ اس قسم کی ٹڈیاں تحمل حرارت کی زیادہ عادی ہوتی ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود وہ اونٹنی ایسے گرم وقت میں بھی اپنے پیر دوڑنے کے لیے اتنی جلدی جلدی اٹھاتی ہے جیسا کہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اپنے بچے کے مرجانے کے سبب اپنے ہاتھ سینہ پیٹنے کے لیے اور طمانچہ مارنے کے لیے جلدی جلدی اٹھاتی ہے اور اس کا جواب ایسی عورتیں دے رہی ہیں کہ جن کے بچے زندہ نہیں رہتے ہیں تو وہ عورت ان عوتوں کو روتا پیٹتا دیکھ کر اور زیادہ سینہ پیٹنے لگتی ہے۔

(۳۳)

لَمَّا نَعَی بِکْرَهَا النَّاعُوْنَ مَعْقُوْلُ   نَوَّاحَةٌ رِخْوَةُ الضَّبْعَیْنِ لَیْسَ لَهَا

ترجمہ: مع تشریح: اس اونٹنی کے اگلے پیروں کی حرکت اتنی تیز ہے جیسا کہ اس عورت کے ہاتھ کی حرکت تیز ہوتی ہے جس کے دونوں بازو ڈھیلے ہوں اور وہ اپنے مردے پر کثرت سے نوحہ کرتی ہو، خصوصاً اس وقت جب موت کی خبر دینے والوں نے اس کو اس کے پہلوٹی کے بچے کے مرنے کی خبر اچانک دی ہو اور یہ خبر سن کر اس کی عقل زائل ہوگئی ہو اور وہ پاگلوں کی طرح روتی ہو کیوں کہ اس حالت میں وہ برابر روئے پیٹے گی اور ہرگز نہیں تھکے گی، اسی طرح اس اونٹنی کا حال ہے کہ اس کو چلنے سے تھکان نہیں ہوتی۔

حل لغات: نوّاحۃ: مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بہت زیادہ نوحہ کرنے والی۔ رخوۃ الضّبعین بمعنی بازوؤں کا ڈھیلا ہونا۔ نعی: ماضی از نعی ینعی نعیا بمعنی موت کی خبر دینا۔ البکر: پہلوٹھی کا بچہ۔ النّاعون: موت کی خبر دینے والے۔

(۳۴)

مُشَقَّقٌ عَنْ تَرَاقِیْهَا رَعَابِیْلُ   تَفْرِيْ اللَّبَانَ بِکَفَّیْهَا وَمِدْرَعُهَا

ترجمہ: وہ عورت شدت غم میں اپنے ہاتھوں سے اپنے گریبان کو چاک کرتی ہے اور اس کی قمیص

اس کے سینے سے (سینہ پیٹنے کے سبب) پھٹی ہوئی ہے (لیکن اسے شدت غم کی وجہ سے اپنی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا) بالکل اسی طرح اس اونٹنی کو بھی سفر کی تکالیف کا احساس نہیں ہوتا۔

حل لغات: تفری : مضارع واحد مؤنث از فری یفری بمعنی کاٹنا، چاک کرنا۔ مِدرع: جمع مدارع بمعنی جبہ، کوٹ، مراد اس شعر میں قمیص ہے۔ التّراقی :ترقوۃ کی جمع بمعنی سینے کی ہڈی۔ رعابیل: رعبولۃ کی جمع بمعنی پرانا و بوسیدہ کپڑا۔

(۳۵)

يَسْعَى الْوُشَاةُ جَنَابَيْهَا وَقَوْلُهُمُ ۔۔۔ إِنَّكَ يَا بْنَ أَبِي سُلْمَى لَمَقْتُوْلُ

ترجمہ: (اس کے باوجود بھی کہ وہ اتنی دور چلی گئی کہ تیز رفتار اونٹنیوں کے علاوہ اس تک مجھے کوئی نہیں پہنچا سکتا) چغل خور لوگ سعاد کے اردگرد یا اس اونٹنی کے اردگرد یہ کہتے ہوئے دوڑے کہ اے ابن ابی سلمی تو ضرور قتل کیا جانے والا ہے۔

حل لغات: الوشاۃ: واشٍ کی جمع بمعنی چغل خور، جنابیھا: جناب کا تثنیہ بمعنی اردگرد، وہ جو کہ قوم کے محلے سے قریب ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ میرے اعلان قتل کی خبر لے کر چغل خوروں کا سعاد کے اردگرد دوڑنے کا مقصد مجھے ڈرانا اور پریشان کرنا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک تو شاعر پہلے ہی اپنی محبوبہ کی جدائی کے غم اور تکالیف میں مبتلا تھا اور اس پر یہ اور اضافہ ہو گیا کہ اس کے قتل کا حکم دے دیا گیا۔

(۳۶)

وَقَالَ كُلُّ خَلِيْلٍ كُنْتُ آمُلُهُ ۔۔۔ لا أُلْهِيَنَّكَ إِنِّي عَنْكَ مَشْغُوْلُ

ترجمہ: اور جس جس دوست سے مَیں (حمایت و نصرت) کی امید رکھتا تھا اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، مَیں اپنے ہی معاملات میں گھرا ہوا ہوں۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ ایک تو مَیں پہلے ہی سے محبوبہ کی جدائی کے غم میں پریشان تھا اور جب مجھے یہ خبر دی گئی کے میرے قتل کا حکم نافذ کر دیا گیا ہے تو میری پریشانی اور بڑھ گئی۔ مَیں نے ایسے مشکل وقت میں اپنے ہر اس دوست سے مدد طلب کی جس سے مجھے نصرت اور حمایت حاصل ہونے کی امید تھی، مگر ہر دوست نے مجھے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مَیں اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

(۳۷)

فَقُلْتُ خَلُّوْا سَبِيْلِيْ لَا أَبَا لَكُمُ فَكُلُّ مَا قَدَّرَ الرَّحْمٰنُ مَفْعُوْلُ

ترجمہ: (جب میرے دوستوں نے میری حمایت ونصرت سے انکار کر دیا) تو میں نے کہا کہ میرے راستے سے ہٹ جاؤ، مجھے جانے دو، مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے اب جو کچھ اللہ نے مقدر فرمادیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

تشریح: جب شاعر اپنے دوستوں کی نصرت سے مایوس ہو گیا تو اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ میرا راستہ چھوڑ دو، مجھے تمہاری نصرت وحمایت کی کوئی ضرورت نہیں، کیوں کہ اب میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے جارہا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ آپ ﷺ سراپا کرم فرمانے والے ہیں اور جو شخص بھی تائب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، اس سے گذشتہ خطاؤں اور لغزشوں پر مؤاخذہ نہیں فرماتے، اس کے بعد جو میری قسمت میں اللہ نے لکھا ہوگا وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

(۳۸)

كُلُّ ابْنِ أُنْثٰى وَإِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهُ يَوْمًا عَلٰى آلَةٍ حَدْبَاءَ مَحْمُوْلُ

ترجمہ: انسان کی سلامتی (کی مدت) کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو لیکن ایک دن ہر انسان کو مردے کی چارپائی پر ضرور لیٹنا ہے۔ یعنی اس کو موت ضرور آنی ہے۔

حل لغات: الآلة: بمعنی اوزار، مشین، اور کبھی حالت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

حدباء: بمعنی دشوار امور، لاش، اس شعر میں آلة حدباء سے مراد مردے کی چارپائی ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ انسان کے اچھے دن، عیش وآرام اور سلامتی کا زمانہ کتنا ہی طویل اور دراز کیوں نہ ہو جائے مگر بہر حال اسے ایک نہ ایک دن دار فانی سے کوچ کرنا ہے اور موت کا مزہ چکھنا ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر مجھے سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے کون سی چیز خوف دلاسکتی ہے، میرے مقدر میں جو ہے وہ تو ہو کر رہے گا، تو اے میری موت کی خوشی منانے والوں تم کیوں خوش ہوتے ہو اگر میرے حصے میں اسی طرح موت لکھی ہے تو کیا ہوا اس دنیا سے تو ہر انسان کو کبھی نہ کبھی جانا ہی ہے۔

(۳۹)

أُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْعَدَنِي وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَأْمُوْلُ

ترجمہ: مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے میری موت کا فرمان جاری فرما دیا ہے، لیکن اللہ کے رسول کی بارگاہ میں عفو ودرگزر کی امید کی جاتی ہے۔

حل لغات: أنبئتُ : ماضی مجہول از أنبأ ینبئی بمعنی خبر دینا، بتانا، أنبیئتُ: مجھے بتایا گیا ہے۔ ماموُل: اسم مفعول از امل یامل املا بمعنی امید کرنا۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں کے ذریعے خبر ملی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے میری موت کا فرمان جاری کر دیا ہے، لیکن اللہ کے رسول کی بارگاہ میں عفو ودرگزر اور معافی کی قوی امید ہے یعنی جب بھی کوئی تائب ونادم ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے کبھی سابقہ خطاؤں پر اس سے مؤاخذہ نہیں فرمایا اس لیے مجھے بھی یہ امید ہے کہ میں آپ کی بارگاہ میں بخش دیا جاؤں گا۔

(۴۰)

مَهْلاً هَدَاكَ الَّذِيْ أَعْطَاكَ نَافِلَةَ الْفُرْقَانِ فِيْهَا مَوَاعِيْظٌ وَتَفْصِيْلُ

ترجمہ: یارسول اللہ! مجھے مہلت دیجیے (کہ میں اپنی صفائی پیش کر سکوں) وہ پروردگار جس نے آپ کو (اور علوم عظیمہ کے علاوہ) قرآن کریم عطا فرمایا ہے، جس میں نصیحتیں اور (تمام معاملات کی) تفصیل موجود ہے، وہ آپ کی ہدایت میں مزید اضافہ فرمائے۔

حل لغات: مهلا: اسم فعل بمعنی أمهل۔ النّافلةُ: بمعنی عطیہ، فرائض وواجبات سے زائد کام، مراد عطیات پر زیادتی ہے۔ الفرقان: بمعنی قرآن۔

تشریح: مہلاً اور اگلے شعر میں جو لا تاخذني آرہا ہے اس کے درمیان هداك سے لے کر تفصیلُ تک یہ پورا جملہ معترضہ ہے، یہ دعائیہ جملہ ہے یعنی اللہ آپ کو ہدایت یافتہ ہونے کے باوجود مزید ہدایت عطا فرمائے۔ شیخ ابراہیم باجوری فرماتے ہیں کہ قیل المراد هداك الله للصفح والعفو عنی فیکون فی الحقیقة داعیاً لنفسه (شرح قصیدہ بانت سعاد: ابراہیم باجوری، ص ۷۲) یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''ہداک اللہ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو میری غلطی معاف فرمانے اور مجھ سے درگذر فرمانے کا الہام فرمائے، درحقیقت یہ دعا شاعر کے اپنے ہی لیے ہے۔

عبداللہ بن ہشام انصاری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس شعر میں پانچ وجوہ سے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں طلب عفو اور حضور ﷺ کو عفو و درگذر پر آمادہ کرنے کی کوشش ہے:

(۱) شاعر نے مہلت مانگی کہ مجھے اپنی صفائی پیش کرنے کی مہلت عطا فرمائیں، صرف چغل خوروں کی شکایت پر میرے بارے میں کوئی فیصلہ نہ فرمائیں۔

(۲) حضور اکرم ﷺ کے لیے اللہ سے ہدایت میں مزید اضافے کی دعا کرر ہے ہیں، اس بھی حضور اکرم ﷺ کے دل میں ان کی طرف سے نرمی پیدا ہونے کی امید ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضور کرم ﷺ پر قرآن کریم نازل فرما کر جو انعام فرمایا اس کی یاد دہانی کروا رہے ہیں، کہ جس طرح اللہ نے آپ پر یہ انعام فرمایا ہے آپ اس کے حبیب ہیں آپ بھی مجھ پر انعام واحسان فرمائیں۔

(۴) کہتے ہیں کہ اللہ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہے، یہ اس بات کا اقرار ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، یہ بات بھی حضور اکرم ﷺ کی رحمت و بخشش کو متوجہ کرنے کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کریم نازل فرمایا ہے اس میں یہ بھی فرمایا ہے کہ خذالعفو یعنی درگذر کا معاملہ کرو، قرآن کے نزول کا ذکر اور اس میں موعظت اور نصیحت کے ہونے کی بات یاد دلانا بھی اپنے جرم سے عفو و درگذر پر آمادہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ (ملخصاً از شرح قصیدہ بانت سعاد: ابن ہشام انصاری، ص ۷۲)

(۴۱)

لَا تَـأْخُذَنِّـي بِـأَقْـوَالِ الْـوُشَـاةِ وَلَمْ   أُذْنِـبْ وَإِنْ كَثُـرَتْ فِـيَّ الْأَقَـاوِيـلُ

ترجمہ: یارسول اللہ! چغل خوروں کی باتوں پر میرا مواخذہ نہ فرمایے، مَیں نے (ایسا) گناہ نہیں کیا (جو موجب قتل ہو) اگرچہ میرے بارے میں بہت سی من گھڑت باتیں کہی گئی ہیں۔

حل لغات: لاتاخذنّ: فعل نہی برائے تاکید، أذنبُ: مضارع متکلم از أذنب یذنب بمعنی گناہ کرنا۔ أقاویلُ: اقوال کی جمع بمعنی بات، کلام۔

تشریح: مطلب واضح ہے کہ یارسول اللہ ﷺ محض چغل خوروں کے کہنے پر مجھے قتل کی سزا نہ

دیجیے، کیوں کہ مَیں نے وہ گناہ کیے ہی نہیں جو یہ لوگ میری جانب منسوب کر رہے ہیں۔

(۴۲)

لَقَدْ أَقُوْمُ مَقَاماً لَوْ يَقُوْمُ بِهِ　　أَرَى وَأَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعِ الْفِيْلُ

ترجمہ: مَیں ایسی بارعب مجلس میں حاضر ہوں اور ایسی عجیب وغریب باتیں دیکھ اور سن رہا ہوں کہ اگر کوئی ہاتھی بھی اس مقام پر ہو اور ان باتوں کو دیکھے اور سنے تو........

تشریح: یہ اور اس کے بعد والا شعر قطعہ بند ہیں، اس شعر میں جو"لو" ہے اس کا جواب اگلے شعر میں آرہا ہے یعنی لظلّ یرعد۔

(۴۳)

لَظَلَّ يَرْعَدُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ لَهُ　　مِنَ الرَّسُوْلِ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَنْوِيْلُ

ترجمہ: تو (ہاتھی اس مجلس میں موجود ہونے اور ان باتوں کو سننے اور دیکھنے سے) مارے خوف کے کانپ اٹھے، مگر یہ کہ اس کے لیے اللہ کے حکم سے رسول ﷺ کی جانب سے جود و بخشش ہو۔

تشریح: ان دونوں شعروں کا مجموعی مفہوم یہ ہے کہ مَیں حضور اکرم ﷺ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوں، اس دربار کی عظمت شان، شوکت وجلال اور ہیبت ورعب کے باعث اگر ہاتھی بھی ہو تو وہ کانپ اٹھے۔ اس دربار میں صرف اسی شخص پر خوف اور رعب سے کپکپی طاری نہ ہوگی جس کے لیے اللہ کے حکم سے حضور اکرم ﷺ جود و بخشش کا اعلان فرمادیں۔

(۴۴)

حَتَّى وَضَعْتُ يَمِيْنِي لَا أُنَازِعُهُ　　فِيْ كَفِّ ذِيْ نَقِمَاتٍ قِيْلُهُ الْقِيْلُ

ترجمہ: مَیں نے (مجلس میں حاضر ہوکر) اپنا سیدھا ہاتھ بہ حالت اطاعت اس رسول کے دست مبارک پر رکھ دیا ہے جو (کافروں سے) انتقام لینے والے ہیں اور جن کی بات، بات ہے یعنی حق اور قابل اعتبار بات وہی ہے جو وہ فرماتے ہیں۔

حل لغات: لا أنازعه: واحد متکلم از نازع ینازع بمعنی جھگڑا کرنا اور یہ وضعت کے فاعل کا حال ہے۔ نقامات: جمع ہے نقمة کی بمعنی سزا، بدلہ۔ القیلُ: مصدر از قال یقول قولاً وقیلا بمعنی کہنا، بولنا۔

تشریح: شعر کا مطلب واضح ہے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں جلوہ فرما تھے، حضرت کعب حاضر ہوئے اور حضور اکرم ﷺ سے مصافحہ کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کعب بن زہیر کفر سے توبہ کر کے اور اسلام قبول کر کے حاضر ہونا چاہتا ہے، اگر مَیں اس کو آپ کی بارگاہ میں لے آؤں تو آپ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے؟۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مَیں ہی کعب ہوں (ملخصاً از: ارشاد الی بانت سعاد: ص ۴۱)

(۴۵)

لَـذَاكَ أَهْيَبُ عِـنْـدِي إِذْ أُكَـلِّـمُـهُ وَقِيْـلَ إِنَّكَ مَـنْـسُـوْبٌ وَمَسْـئُـوْلُ

ترجمہ: خدا کی قسم جس وقت مَیں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں تو آپ میرے نزدیک (جھاڑی میں بیٹھے ہوئے شیر سے زیادہ) ہیبت والے ہیں، اور حال یہ ہے کہ کہا جا رہا ہے کہ اے کعب! تمہاری جانب کچھ باتیں منسوب کی گئی ہیں اور تم سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حل لغات: لـذاك: میں لام قسم محذوف کے جواب کے لیے ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ لام ابتدائیہ ہو۔ أهيب: اِسم تفضیل از هاب يهيب هيبة بمعنی زیادہ ہیبت والا ہونا۔

تشریح: گذشتہ شعر میں شاعر نے کہا تھا کہ آپ کافروں سے انتقام لینے والے ہیں، اسی وجہ سے خدا کی قسم آپ میرے نزدیک شیر سے زیادہ ہیبت و رعب کے مالک ہیں، ایک طرف تو آپ کی ہیبت و جلال کا یہ عالم ہے دوسری طرف میرا یہ حال ہے کہ میرے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے تمہاری طرف بہت سے گناہ اور جرائم منسوب کیے گئے ہیں اور اب تم سے ان کا مؤاخذہ کیا جائے گا یہ مصیبت بالائے مصیبت ہے۔

یہ اور اس کے بعد والا شعر قطع بند ہیں، شعر کے ترجمے میں مَیں نے بریکٹ میں ''جھاڑی میں بیٹھے ہوئے شیر سے زیادہ'' لکھا ہے، دراصل یہ اگلے شعر میں آ رہا ہے۔ یعنی من خادر۔

(۴۶)

مِنْ خَادِرٍ مِنْ لُيُوْثِ الْأُسْدِ مَسْكَنُهُ مِنْ بَطْنِ عَثَّرَ غِيْلٌ دُوْنَهُ غِيْلُ

ترجمہ: (آپ زیادہ بارعب اور باہیبت ہیں) اس شیر سے جس کا مسکن عثر کی وادی کے اندر ہو اور اس جنگل کے بعد ہی دوسرا جنگل ہو۔

حل لغات: خادر: بمعنی وہ شیر جو اپنے جنگل میں ہو، بطن: بمعنی شکم، مراد وسط شئی ہے، عثّر: ایک مقام کا نام ہے جہاں شیر بہ کثرت ہوتے ہیں، یہ غیر منصرف ہے، الـغـیـلُ: بمعنی شیر کی ماند، جھاڑی، گنجان درخت، جنگل۔

تشریح: مِنْ خَادِرٍ گذشتہ شعر میں مذکور أَهْيَب سے متعلق ہے، نثر یوں بنے گی "إِذْ أُكَلِّمُهُ لَذَاكَ أَهْيَبُ مِنْ خَادِرٍ عِنْدِيْ "یعنی جس وقت مَیں ان سے ہم کلام ہوں خدا کی قسم اس وقت وہ میرے نزدیک جھاڑی میں چھپے ہوئے شیر سے زیادہ رعب وہیبت کے مالک ہیں۔

جس شیر کی ہیبت وجلال، اور رعب وغضب سے تشبیہ دی گئی ہے اب اس کی صفات بیان کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ شعر نمبر ۴۹ تک دراز ہوا ہے۔

وہ شیر مقام "عَثَّر" کا ہے جہاں شیر بہ کثرت ہوتے ہیں اور خوف ناک ہوتے ہیں، پھر یہ کہ وہ شیر اپنی ہی وادی اور اپنے ہی مسکن میں ہے، اس سے اُس شیر کے مزید ہیبت ناک ہونے کی طرف اشارہ ہے، کیوں کہ اپنے گھر میں تو بلی بھی شیر ہوتی ہے یہ تو شیر ٹھہرا، پھر تیسرے یہ کہ وہ ایسے جنگل میں رہتا ہے کہ اس سے متصل ایک اور جنگل ہے، یہ اس شیر کے مزید وحشت ناک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۴۷)

يَغْدُوْ فَيُلْحِمُ ضِرْغَامَيْنِ عَيْشُهُمَا لَحْمٌ مِنَ الْقَوْمِ مَعْفُوْرٌ خَرَادِيْلُ

ترجمہ: (اس شیر سے زیادہ ہیبت ناک ہیں) جو صبح کو (شکار کے ارادے سے) نکلتا ہے تا کہ وہ اپنے دونوں بچوں کو گوشت کھلائے، جن کی خوراک انسان کا گوشت ہے، جو مٹی میں ملا ہوا ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے پڑا ہے۔

حل لغات: یلحم: مضارع معروف از الحم یلحم بمعنی گوشت کھلانا۔ ضرغامین: ضرغام کی تثنیہ بمعنی شیر، مراد شیر کے دو بچے۔ العیش: بمعنی زندگی مراد خوراک۔ معفور: اسم مفعول از عفر یعفر عفرا بمعنی مٹی میں لتھیڑنا۔ خرادیلُ: خردل کی جمع بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا گوشت۔

تشریح: وہ شیر ایسا ہے کہ صبح کے وقت شکار کے لیے نکلتا ہے، تا کہ اپنے دونوں بچوں کے لیے غذا کا انتظام کرے، دو بچوں کا ذکر یہ بتاتا ہے کہ اس کو زیادہ گوشت کی حاجت ہوگی اس لیے بڑا شکار

کرے گا، یہ بھی اس کے طاقت ور ہونے کی طرف اشارہ ہوا۔ پھر مزید یہ کہ وہ بچے آدمی کا گوشت کھانے کے عادی ہیں، اس میں بھی شیر کی دلیری اور طاقت کی طرف لطیف اشارہ ہے کیوں کہ جانور کے مقابلے میں انسان زیادہ مزاحمت کرتا ہے اور اس کا شکار کرنا بکری وغیرہ کے شکار سے زیادہ مشکل ہے اور اس کے لیے زیادہ طاقت اور جرأت کی حاجت ہوتی ہے۔ شیر کے بچوں کی غذا انسان کا گوشت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ گویا ابتدا ہی سے شیر نے اپنے بچوں کو آدمی کا گوشت کھلایا جس کی وجہ سے اب ان کی غذا ہی انسان کا گوشت ہوگیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شیر نے اتفاقیہ طور پر انسان کا شکار نہیں کیا بلکہ یہ انسان کا شکار کرنے کا عادی ہے، یہ بھی اس کی جرأت اور دلیری کو ثابت کرتا ہے۔

(۴۸)

إِذَا يُسَاوِرُ قِرْنًا لَا يَحِلُّ لَهُ   أَنْ يَتْرُكَ الْقِرْنَ إِلَّا وَهُوَ مَفْلُوْلُ

ترجمہ: جب وہ اپنے مدمقابل پر چھلانگ لگاتا ہے تو وقت اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اس کو چھوڑ دے مگر یہ کہ وہ اس کو شکست دے۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کو صحیح وسالم اور بغیر پچھاڑے اس کو چھوڑ دے۔

حل لغات: یساور : مضارع معروف از ساور یساور بمعنی کودنا، چھلانگ لگانا، حملہ کرنا۔ قرن: جمع اقران بمعنی مقابل، شجاعت یا علم میں نظیر۔ مفلول: اسم مفعول از فلّ یفلّ فلا بمعنی شکست دینا۔

تشریح: مطلب واضح ہے، اس شعر میں بھی شیر کی بہادری، طاقت اور دلیری بیان کی گئی ہے۔

(۴۹)

مِنْهُ تَظَلُّ سِبَاعُ الْجَوِّ ضَامِزَةً   وَلَا تَمَشَّى بِوَادِيْهِ الْأَرَاجِيْلُ

ترجمہ: (وہ حملہ آور شیر ایسا بہادر اور خطرناک ہے کہ) اس کے خوف سے جنگل کے دوسرے شیر (شکار سے) خاموش ہیں اور اس کی وادی، علاقے میں پیادہ لوگ بھی چلنے کی ہمت نہیں کرتے۔

حل لغات: تظلّ: بمعنی تصیر، سباع: سبع کی جمع بمعنی درندہ، مراد شیر، الجوّ: بمعنی کشادہ، کشادہ وادی، آسمان وزمین کا درمیانی حصہ، ضامزة: اسم فاعل از ضمز یضمز ضمزا بمعنی چپ

رہنا۔ تمشّی: بمعنی یمشی چلنا۔ الأراجیل: راجل کی جمع بمعنی پیدل چلنے والا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ وہ شیر اتنا ہیبت ناک اور خطرناک ہے کہ اس کے خوف سے اس کے علاقے کے دوسرے شیر اس کے سامنے شکار کی جرأت نہیں کر سکتے اور اس کے علاقے میں پیادہ لوگ بھی اس کے خوف سے چلنے کی ہمت نہیں کرتے، گویا انسان ہوں یا حیوان سب پر اس شیر کی ہیبت طاری ہے۔

(۵۰)

وَلَا يَـزَالُ بِـوَادِيْـهِ أَخُـوْ ثِـقَةٍ ۔۔۔ مُـطَـرَّحُ الْبَزِّ وَالدِّرْسَانِ مَـأْكُـوْلُ

ترجمہ: جس کو اپنی طاقت پر پورا بھروسہ ہو وہ شخص اس (شیر) کی وادی میں ہمیشہ کھایا ہوا اور زمین پر ہتھیار اور کپڑے پھٹے ہوئے پڑا رہتا ہے۔

حل لغات: أخـو ثـقـةٍ: سے مراد اس شعر میں وہ بہادر شخص ہے جسے اپنی شجاعت پر بھروسہ ہو، مطرّح: بمعنی مطروح از طرّح یطرّح تطریحاً بمعنی پھینک دینا۔ البزّ: جمع بزوز کی بمعنی ہتھیار۔ الدّرسان: درس کی جمع بمعنی بوسیدہ کپڑا، پرانا کپڑا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ وہ شیر ایسا بہادر اور دلیر ہے کہ جب بھی شکار کرتا ہے تو ایسے بہادر اور طاقت ور انسان کا کرتا ہے جس کو اپنی طاقت پر بھروسہ ہوتا ہے۔ ایسے بہادروں کو وہ شکار کرتا ہے اور کھا جاتا ہے، ان کے کپڑے اور ہتھیار اس کی وادی میں جگہ جگہ پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور پھٹے ہوئے کپڑے جو شیر مذکور نے اپنے دانتوں اور پنجوں سے پارہ پارہ کئے ہیں وہاں پڑے رہجاتے ہیں۔

(۵۱)

إِنَّ الـرَّسُـوْلَ لَسَيْفٌ يُسْتَضَـاءُ بِـهِ ۔۔۔ مُـهَـنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰـهِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: بے شک اللہ کے رسول ایک ایسی تلوار ہیں کہ جن سے راہ حق کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ ﷺ اللہ کی تلواروں میں ایک عمدہ نیام سے نکلی ہوئی ہندی تلوار ہیں۔

حل لغات: یستضاء به: مضارع مجہول از استضاء یستضیئ به بمعنی روشنی طلب کرنا۔ مهنّد: ہند کی جانب منسوب، ہندوستانی لوہے کی تلوار، کہا جاتا ہے سیف مهنّد بمعنی ہندی تلوار۔

مسلول : اسم مفعول از سلّ یسلّ سلاً بمعنی تلوار کو نیام سے سونتنا۔

تشریح: شعر کا مطلب واضح ہے۔ یہاں تین امور قابل ذکر ہیں۔

(۱) ابن ہشام اور باجوری کے مطابق ایک روایت میں ''ان الرسول لسیف '' کی جگہ ''ان الرسول لنور '' بھی آیا ہے یعنی بے شک اللہ کے رسول ایک ایسا نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

(۲) مذکورہ دونوں شارحین نے یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے مصرع میں حضرت کعب نے ''مہند من سیوف الھند '' کہا تھا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ''مہند من سیوف اللہ '' کرلو۔ یعنی ہندوستانی تلواروں میں سے ایک تلوار نہیں ہیں بلکہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔

(۳) روایت ہے کہ جب حضرت کعب اس شعر پر پہنچے تو حضور اکرم ﷺ خوش ہوئے اور آپ نے بطور انعام حضرت کعب کو اپنی چادر (بردہ) عطا فرمائی، اسی وجہ سے اس قصیدے کا نام ''قصیدۂ بردہ '' بھی ہے۔ باقی تفصیلات مقدمے میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۵۲)

فِي عُصْبَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ ‌ ‌ ‌ ‌ بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوْا زُوْلُوْا

ترجمہ: آپ قریش کی ایسی جماعت میں تشریف فرما ہیں کہ جب وہ مسلمان ہوئی (اور کفار مکہ ان کو تکلیف دینے لگے) تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ اب یہاں (مکے) سے (مدینے کی جانب) ہجرت کرلو۔

حل لغات: عصبة : وہ جماعت کہ جس میں دس سے چالیس کے آس پاس تک لوگ ہوں۔

زولوا: امر حاضر برائے جمع از زال یزول بمعنی پھر جانا، جدا ہونا، منتقل ہونا۔

تشریح: یہاں سے اب حضور اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی مدح وثنا کی طرف گریز کرتے ہیں۔

قال قائلھم (کہنے والے نے کہا) یہ کہنے والا کون ہے۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ یہ کہنے والے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (شرح قصیدہ بانت سعاد لابن ہشام: ص ۸۰) جب کہ علامہ ابراہیم باجوری نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ قائل کون تھے بعض نے کہا کہ وہ قائل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جب کہ بعض کے نزدیک وہ قائل حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں (شرح قصیدہ بانت سعاد ابراہیم باجوری: ص ۸۰)

(۵۳)

زَالُوْا فَمَا زَالَ أَنْكَاسٌ وَلَا كُشُفٌ   عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مِيْلٌ مَعَازِيْلُ

ترجمہ: ان سب نے (مدینے کی جانب) ہجرت کی سوائے ان کے جو ضعیف وناتواں ہوں اور سوائے ان کے جن کے پاس جنگ کے وقت ہتھیار نہ ہوں اور سوائے ان کے جو بزدل اور سست و کاہل ہوں۔

حل لغات: أنکاس: نکس کی جمع بمعنی ضعیف وکمزور مرد۔ کشف: اکشف کی جمع بمعنی وہ شخص جس کے پاس لڑائی میں نہ ڈھال ہو نہ ہتھیار۔ میل: أمیل کی جمع بمعنی بزدل۔ معازیل: معزال کی جمع بمعنی کمزور، وہ شخص جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں۔

تشریح: یعنی تمام صحابہ کرام نے مدینے کی جانب ہجرت کی اور صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جن میں مذکورہ عیوب میں سے کوئی عیب پایا جائے، بلکہ وہ سب کے سب طاقتور، بہادر، اور ہتھیاروں سے لیس تھے، (استفادہ از ارشاد الی بانت سعاد ص ۴۵)

(۵۴)

شُمُّ الْعَرَانِيْنِ أَبْطَالٌ لَبُوْسُهُمُ   مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيْلُ

ترجمہ: وہ صحابہ بلند ناک والے ہیں، بہادر ہیں۔ جنگ میں ان کی زرہیں اور لباس نسج داودی کی ہیں۔(یعنی حضرت داود علیہ السلام کے طریقہ صناعت پر بنی ہوئی ہیں مقصود ان زرہوں کی مضبوطی بتانا ہے۔)

حل لغات: شمّ: اشمّ کی جمع بمعنی اونچی ناک والا، اور أشمّ اصل میں مطلقا ارتفاع کو کہتے ہیں اور یہاں شمّ سے صرف ارتفاع ہی مراد ہے کیوں کہ اس کی اضافت العرانین کی جانب ہے اور العرانین: عرنین کی جمع بمعنی ناک۔ لبوس: بمعنی زرہ، لباس، نسج مصدر از نسج ینسج بمعنی کپڑا بننا، کہا جاتا ہے نسج الیمن بمعنی یمن کا بنا ہوا کپڑا/ الھیجا: بمعنی جنگ، لڑائی۔ السّرابیل: جمع سربال بمعنی کرتا، یا ہر وہ لباس جو پہنا جائے۔

(۵۵)

بِيْضٌ سَوَابِغُ قَدْ شُكَّتْ لَهَا حَلَقٌ　　كَأَنَّهَا حَلَقُ الْقَفْعَاءِ مَجْدُوْلُ

ترجمہ: ان کی زرہیں صیقل کی ہوئی مضبوط، چمک دار ہیں کہ جن کے حلقے مضبوطی کے ساتھ ایک دوسرے کے اندر پیوست ہیں یعنی تنگ ہیں گویا کہ وہ قفعا درخت کے حلقے ہوں جو مضبوطی سے بنے ہوتے ہیں۔

حل لغات: بيض :أبيض کی جمع بمعنی سفید۔ السّوابغ: سابغة کی جمع بمعنی تامّہ، کہا جاتا ہے درع سابغة بمعنی پوری زرہ۔ شُكّت: ماضی مجہول از شكّ يشكّ شكاً بمعنی ہڈی تک چھیدنا، ملانا۔ قفعاء: ایک قسم کا پیڑ ہے، جس میں انگوٹھی کے مانند حلقے ہوتے ہیں۔ مجدول : اسم مفعول از جدل يجدل جدلاً بمعنی مضبوط کرنا، بٹنا۔

تشریح: خلاصہ یہ ہے کہ جب وہ ایسی مضبوط بنی ہوئی اور لمبی چوڑی زرہیں پہنتے ہیں تو اس سے ان کی پوری قوت اور بہادری معلوم ہوتی ہے، اور ان کی زرہوں کا صیقل دار اور چمک دار ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ زرہوں کو ہمیشہ استعمال کرتے ہیں، کیوں کہ لوہے کا خاصہ ہے کہ جتنا اس کو استعمال کرواتی ہی اس کی چمک اور روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ (استفادہ ارشاد الی بانت سعاد ص ۴۶ تا ۴۷)

(۵۶)

لَا يَفْرَحُوْنَ إِذَا نَالَتْ رِمَاحُهُمْ　　قَوْماً وَلَيْسُوْا مَجَازِيْعاً إِذَا نِيْلُوْا

ترجمہ: وہ صحابہ ایسے عالی ظرف کے مالک ہیں کہ جب ان کے نیزے کسی قوم دشمن کو پالیتے ہیں (یعنی قتل کردیتے ہیں) تو وہ (کم ظرفوں کی طرح) خوشی نہیں مناتے اور اگر وہ (دشمن کی جانب سے) مغلوب ہوجائیں تو گھبراتے نہیں ہیں۔

حل لغات: رماح: رمح کی جمع بمعنی نیزہ۔ مجازیع: مجزاع کی جمع بمعنی بہت زیادہ ڈرنا وگھبرانا، بہت بے صبر۔

(۵۷)

يَمْشُوْنَ مَشْيَ الْجِمَالِ الزُّهْرِ تَعْصِمُهُمْ　　ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّوْدُ التَّنَابِيْلُ

ترجمہ: وہ صحابہ (انتہائی بہادری اور دلیری کے ساتھ میدان جنگ کی جانب) چلتے ہیں جیسا کہ سفید اونٹ (تیزی اور وقار کے ساتھ) چلتے ہیں اور ان کی ضرب (دشمن پر) ان کو (دشمن کے حملے سے) بچاتی ہے اس وقت جب دشمن طرب میں آ کر گاتے ہیں۔

حل لغات: جمال: جمل کی جمع بمعنی اونٹ۔ زھر: ازھر کی جمع روشن، سفید صاف رنگ والا، سود: أسود کی جمع بمعنی کالا۔ التنابیل: تنبال کی جمع بمعنی پستہ قد، مراد السود التنابیل سے دشمن ہیں۔

(۵۸)

لَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِيْ نُحُوْرِهِمُ ۔۔۔ وَمَا لَهُمْ عَنْ حِيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيْلُ

ترجمہ: وہ صحابہ ایسے ہیں کہ دشمنوں کی برچھیوں کے زخم ان کے سینوں پر ہی لگتے ہیں اور موت کے کنوؤں میں چھلانگ لگانے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

حل لغات: حیاض: حوض کی جمع بمعنی پانی جمع ہونے کے جگہ، مراد حیاض الموت سے موت کے کنوئیں ہیں۔ تھلیل بمصدر از ھلّل یھلّل تھلیلا عنہ بمعنی بھاگنا، ہٹنا۔

تشریح: دشمن کی برچھیاں صحابہ کے سینوں پر لگنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صحابہ ایسے بہادر ہیں کہ کبھی جنگ میں میدان چھوڑ کر نہیں بھاگتے بلکہ دشمنوں سے روبرو پوری بہادری کے ساتھ لڑتے ہیں اور دشمنوں کی برچھیوں کے زخم اپنے سینوں پر ہی کھاتے ہیں اور شہادت کے تو ایسے مشتاق ہیں جیسے پیاسا پانی کا مشتاق ہوتا ہے کہ وہ حوض سے پانی پیے بغیر نہیں ہٹتا۔

حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت کعب نے صحابہ کی شان میں یہ اشعار پڑھے تو حضور اکرم ﷺ صحابہ کی طرف دیکھنے لگے کہ کعب نے ان کی کیسی سچی تعریف کی ہے (بحوالہ شرح قصیدہ بانت سعاد ابراہیم باجوری: ص ۸۰)

☆☆☆

حواشی

(۱) آل عمران آیت:۱۳۰

(۲) الروم آیت:۳۲

(۳) ابن اثیر:الکامل فی التاریخ، ج۸/ص ۹۸

(۴) قزوینی: آثارالبلادواخبارالعباد:۲۱۲، دارالعلم قاہرہ۱۴۲۰ھ

(۵) جامع الترمذی : ابواب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الامته

(۶) مرجع سابق

(۷) شرح الترمذی، الجزء العاشر ص ۱۰۸، مطبعۃ الصاوی، القاہرہ، ۱۹۳۴ء

(۸) العواصم والقواصم بحوالہ مقدمہ الفرق بین الفرق: علامہ زاہد الکوثری ص۴، القاہرہ ۱۹۴۸ء

(۹) عبدالرحمٰن البدوی: مذاهب الاسلاميين، الجزء الاول، ص۳۳ دارالعلم للملائيين بيروت

(۱۰) مرجع سابق ص:۳۴

(۱۱) مرجع سابق، نفس الصفحہ

(۱۲) مرجع سابق، نفس الصفحہ

(۱۳) ڈاکٹر محمد عمارۃ: تیارات الفکر الاسلامی ص۳۵۲، دارالشروق قاہرہ، ۱۹۹۷ء طبع دوم

(۱۴) المومنون آیت:۴۴

(۱۵) البقرۃ آیت:۱۴۳

(۱۶) شرح العقائد العضدیۃ، ص: ۴، داراحیاء الکتب العربیۃ القاہرہ: ۱۹۵۱ء

(۱۷) شرح سفر السعادۃ، ص:۱۹۔۷، افضل المطابع کلکتہ، ۱۲۵۲ھ

(۱۸) مجموعہ فتاویٰ عبدالحی: جلد۱، ص:۹۳، مطبع یوسفی، لکھنؤ:۱۳۱۴ھ

(۱۹) ترجمہ ملخصا ابراء الذمة بتحقيق القول حول افتراق الامة، ص:۳۰، دار الصفوۃ القاہرہ ۱۹۹۷ء

(۲۰) قضیۃ التکفیر فی الفکر الاسلامی، ص:۵۴ مکتبۃ الایمان، القاہرہ ۲۰۰۴ء

(۲۱) مرجع سابق، ص:۵۶

(۲۲) مرجع سابق، ص:۵۷

(۲۳) ابن جوزی: تلبیس ابلیس، ص:۱۸، مکتبۃ المتنبی، القاہرہ

(۲۴) الملل والنحل، ص:۹، المکتبۃ العصریۃ بیروت ۲۰۰۱ء

(۲۵) مرجع سابق، ص:۱۰، ۱۱

(۲۶) تلبیس ابلیس، ص:۱۹، مکتبۃ المتنبی، القاہرہ

(۲۷) شرح المواقف : تذئیل فی ذکر الفرق جز : ۸ مطبعۃ السعادۃ القاہرہ ۱۹۰۷ء

(۲۸) حاشیہ شرح عقائد العضدیۃ، ص:۱۸، از شیخ محمد عبدہ: داراحیاء الکتب العربیۃ القاہرۃ: ۱۹۸۵ء

(۲۹) مرجع سابق،ص۲۹
(۳۰) حاشیہ شرح المواقف،ص:۳۷۵،جز:۸، القاہرہ ۱۹۰۷ء
(۳۱) اعتقادات فرَق المسلمین و المشرکین، ص:۱۱۷ مکتبہ کلیات الازہریۃ القاہرہ ۱۹۷۸ء
(۳۲) شرح العقائد العضدیۃ، ص۴، مطبع الاشرفی دیوبند
(۳۳) شرح سفر السعادۃ،ص:۱۹۷،افضل المطابع کلکتہ،۱۲۵۲ھ
(۳۴) الحاقۃ: آیت:۳۲
(۳۵) مقدمہ الفرَق بین الفِرَق ازعلامہ زاہد الکوثری،ص:۴،القاہرہ،۱۹۴۸ء
(۳۶) لقمان:۲۷
(۳۷) التوبہ:۸۰
(۳۸) قضیۃ التکفیر فی الفکر الاسلامی ص:۵۴،مکتبۃ الایمان القاہرہ،۲۰۰۴ء
(۳۹) ترجمہ ملخصا: گولڈزیہر: العقیدۃ والشریعۃ فی الاسلام، ص:۱۸۷،عربی ترجمہ: ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر: دارالکتب الحدیثۃ القاہر
(۴۰) کشف الخفاء و مزیل الالباس ج:۱،ص:۶۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ
(۴۱) الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر،ج:۲/ص:۱۲۳،مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ
(۴۲) کشف الخفاء وخزیل الالباس،ج:۱/ص:۶۹،بیروت ۱۴۰۵ھ
(۴۳) مرجع سابق
(۴۴) فردوس الاخبار،ج:۲،ص ۶۳ حدیث نمبر ۲۳۵۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۶ھ
(۴۵) مقدمہ التبصیر فی الدین،ص:۷،المکتبۃ الازہریۃ للتراث القاہرہ ۱۹۹۹ء
(۴۶) فردوس الاخبار،ج:۲ص ۶۴ حدیث نمبر ۲۳۶۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۶ھ
(۴۷) الکامل فی ضعفاء الرجال،ج:۷ص:۱۸۴،دار الفکر بیروت ۱۴۰۹ھ
(۴۸) مسند ابی یعلی،ج:۷،ص:۳۶،۱۵۴،حدیث نمبر ۳۹۴۴ اور ۱۳۲۷، دار المامون للتراث دمشق ۱۴۰۴ھ
(۴۹) فصل التفرقۃ بین الاسلام و الزندقۃ: مجموعہ رسائل امام غزالی،ص ۲۴۷، دار الفکر بیروت ۱۹۹۸ء
(۵۰) احسن التقاسیم بحوالہ مقدمہ الفرق بین الفرق ازعلامہ زاہد الکوثری،ص:۴،القاہرہ ۱۹۴۸ء
(۵۱) کشف الخفا و مزیل الالباس،ج:۱،ص:۱۶۹،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ
(۵۲) ابراء الذمۃ بتحقیق القول حول افتراق الامۃ،ص:۵۲،دار الصفوہ للطباعۃ ۱۹۹۷ء
(۵۳) التفرقۃ بین الاسلام و الزندقۃ: مجموعہ رسائل امام غزالی،ص:۲۵۳،دار الفکر بیروت ۱۹۹۸ء
(۵۴) الموضوعات ج:۱،ص:۱۹۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۵ھ
(۵۵) مرجع سابق
(۵۶) کتاب المجروحین،ج:۳،ص ۱۴۲،دار الوعی،حلب شام،سن ندارد

(۵۷) ضعفاء العقیلی، ج:۴،ص:۲۰۱،دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۴ھ
(۵۸) لسان المیزان ج:۶،ص:۵۶،مؤسسته الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت ۱۴۰۶ھ
(۵۹) المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع، ج:۱،ص:۸۰، مؤسسة الرسالة ۱۳۹۸ھ
(۶۰) الاسرار المرفوعة ج:۱،ص:۱۶۱،دار الامانة بیروت ۱۳۹۱ھ
(۶۱) تنزیه الشریعة المرفوعة ج:۱،ص:دار العلمیة بیروت ۱۳۹۹ھ
(۶۲) اللؤ لؤ المرصوع ج:۱،ص:۶۶،دار البشائر الاسلامیة ۱۴۱۵ھ
(۶۳) اللالی المصنوعة، ج:۱،ص:۲۴۸،دار المعرفة بیروت
(۶۴) الفوائد المجموعة ج:۱،ص:۵۰۲،المکتب الاسلامی ۱۴۰۸ھ
(۶۵) صحیح البخاری: کتاب الرقاق:باب صفة الجنة و النار،حدیث نمبر ۶۰۶۵
(۶۶) صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۱، کتاب الایمان
(۶۷) سنن ابی داؤد: ج:۳،ص ۲۹۹،دار الفکر بیروت
(۶۸) النساء آیت ۹۳
(۶۹) مقالات الاسلامیین:ص:۲،دار احیاء التراث،بیروت،الطبعة الثالثة
(۷۰) التبصیر فی الدین،ص:۱۰۳، المکتبة الازهریه للتراث، القاهره ۱۹۹۹ء
(۷۱) (الاعتقاد،ص ۲۳۵ :دار الآفاق الحدیدة بیروت ۱۴۰۱ھ
(۷۲) سنن البیهقی الکبریٰ، ج۱۰،ص ۲۰۸ حدیث نمبر ۲۰۶۹۰،دار الباز، مکہ مکرمہ،۱۴۱۴ھ
(۷۳) شرح سفر السعادة ص ۱۹،۷، افضل المطابع، کلکتہ،۱۲۵۲ھ
(۷۴) مکتوبات امام ربانی: مکتوب نمبر ۳۸،جلد سوم،ص:۶۷، مطبع نول کشور لکھنؤ
(۷۵) مرجع سابق:ص:۶۸
(۷۶) شرح عقائد الجلالی،ص:۱۴،مطبعہ علویہ لکھنؤ ۱۲۷۰ھ
(۷۷) حل المعاقد فی شرح العقائد، ص:۱۴،مطبعہ علویہ لکھنؤ ۱۲۷۰ھ
(۷۸) فتاویٰ عزیزیہ ص:۲۵،۲۶۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ
(۷۹) مرجع سابق ص:۲۶
(۸۰) مرجع سابق ص:۲۷
(۸۱) مرجع سابق ص:۲۸
(۸۲) مجموعہ فتاویٰ عبدالحی: جلد۱،ص ۸۹: مطبع یوسفی: لکھنؤ،۱۳۱۴ھ
(۸۳) مرجع سابق،ص ۹۴
(۸۴) شرح فقہ اکبر:ص:۱۹۹، مطبع الحنفی لکھنؤ ۱۲۹۹ھ
(۸۵) افادة الافہام حصہ اول ص ۳،۴، مطبع شمس الاسلام حیدر آباد ۱۳۲۵ھ

(۸۶) مرجع سابق، ص ۵

(۸۷) عکس مکتوب مولانا سید محمد مدنی میاں اشرفی مشمولہ ''مولانا انوار اللہ فاروقی شخصیت، علمی و ادبی کارنامے''، از: ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر، ص ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدر آباد 2000ء طبع اول

(۸۸) مرجع سابق

(۸۹) مجموعۂ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۷: ص ۲۱۷، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ

(۹۰) مرجع سابق، جلد: ۳، ص: ۳۵۱

(۹۱) شرح فقہ اکبر، ص: ۱۸۹ مطبع الحنفی لکھنؤ ۱۲۹۹ھ

(۹۲) شرح المقاصد جلد ۲: ص ۲۶۹: دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

(۹۳) شرح المواقف ص، ۲۶، ۷: نول کشور لکھنؤ

(۹۴) شرح امقاصد: ج ۲ ص ۲۶۹، دار المعرف النعمانیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ

(۹۵) التفرقۃ بین الاسلام و الزندقۃ، مجموعۂ رسائل الغزالی، ص: ۲۴۷، دار الفکر بیروت

(۹۶) مرجع سابق

(۹۷) الاقتصاد فی الاعتقاد، ص: ۱۲۶، القاہرہ ۱۹۶۲ء

(۹۸) مرجع سابق

(۹۹) شرح الفقہ الاکبر: ص ۱۹۷، مطبع الحنفی، لکھنؤ: ۱۲۹۹ھ

(۱۰۰) بحر الرائق: بحوالہ تصحیح المسائل از: مولانا فضل رسول بدایونی، ص: ۲۲۲

(۱۰۱) مکتوبات امام ربانی: مکتوب نمبر ۳۸، جلد سوم، ص: ۶۸، مطبع نول کشور لکھنؤ

(۱۰۲) شرح فقہ اکبر، ص: ۱۸۹

(۱۰۳) مرجع سابق، ص ۱۹۷

(۱۰۴) شرح المقاصد جلد ۲: ص ۲۶۹: دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

(۱۰۵) فتاویٰ عزیزی، ص: ۴۳، مطبع مجتبائی دہلی

(۱۰۶) شرح المقاصد: ۲: ۲۷۰، دار المعارف النعمانیہ، لاہور: ۱۴۰۱ھ

(۱۰۷) المعتقد المنتقد، ص: ۲۳۲، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۱ء

(۱۰۸) مرجع سابق ص ۲۳۳

(۱۰۹) فصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ: مجموعۂ رسائل امام غزالی، ص: ۲۳۸، دار الفکر بیروت

(۱۱۰) مرجع سابق

☆☆☆

مراجع ومصادر

(۱) قرآن کریم

(۲) آثار البلاد و اخبار العباد : قزوینی، دار العلم القاهرة ۱۴۲۰ھ

(۳) ابراء الذمة بتحقیق القول حول افتراق الامة: محمد ابراہیم الحسنی الکتانی، دار الصفوة القاهره ۱۹۹۷ء

(۴) احسن التقاسیم : شمس الدین محمد بن احمد البشاری المقدسی

(۵) الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة : علی بن سلطان القاری، دار الامانة بیروت ۱۳۹۱ھ

(۶) الاعتقاد: ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، دار الآفاق الحدیدة بیروت ۱۴۰۱ھ

(۷) اعتقادات فرَق المسلمین والمشرکین: فخر الدین رازی، مکتبة کلیات الازهریة القاهره ۱۹۷۸ء

(۸) الاقتصاد فی الاعتقاد: ابوحامد محمد غزالی، القاهره ۱۹۶۲ء

(۹) التبصیر فی الدین: ابوالمظفر الاسفرائنی، المکتبة الازهریه للتراث، القاهره ۱۹۹۹ء

(۱۰) تلبیس ابلیس: ابن جوزی، مکتبة المتنبی القاهره

(۱۱) تیارات الفکر الاسلامی: محمد عماره، دار الشروق القاهره ۱۹۹۷ء

(۱۲) تنزیه الشریعة المرفوعة: ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی، دار العلمیة بیروت ۱۳۹۹ھ

(۱۳) حاشیة شرح عقائد العضدیة: شیخ محمد عبده: دار احیاء الکتب العربیة القاهره ۱۹۸۵ء

(۱۴) حاشیة شرح المواقف: علامہ حسن چلپی، القاهره ۱۹۰۷ء

(۱۵) حل المعاقد فی شرح العقائد: عبدالحلیم فرنگی محلی، مطبع علویہ لکھنؤ ۱۲۷۰ھ

(۱۶) سنن ابن ماجة: محمد بن یزید ابوعبداللہ: دار الفکر بیروت ۱۴۰۷ھ

(۱۷) سنن ابی داؤد: سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی، دار الفکر بیروت ۱۹۹۳ء

(۱۸) سنن البیهقی الکبریٰ: ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۴ھ

(۱۹) سنن الترمذی: محمد ابوعیسیٰ ترمذی، دار احیاء التراث بیروت ۱۹۹۸ء

(۲۰) شرح الترمذی : ابوبکر ابن العربی المالکی: مطبعة الصاوی القاهره ۱۹۳۴ء

(۲۱) شرح سفر السعادہ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، افضل المطابع کلکتہ ۱۲۵۲ھ

(۲۲) شرح العقائد العضدیة، جلال الدین دوانی، دار احیاء الکتب العربیة القاهره ۱۹۵۱ء

(۲۳) شرح الفقه الاکبر: ملا علی قاری، مطبع الحنفی، لکھنؤ ۱۲۹۹ھ

(۲۴) شرح المقاصد: سعد الدین التفتازانی: دار المعارف النعمانیة، لاہور ۱۴۰۱ھ

(۲۵) شرح المواقف: سید شریف جرجانی: نول کشور لکھنؤ

(۲۶) صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، دار ابن کثیر بیروت ۱۹۸۷ء

(۲۷) ضعفاء العقیلی: محمد بن عمرو العقیلی : دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۴ھ

(۲۸) العقيدة والشريعة فی الاسلام: گولڈ زیہر: عربی ترجمہ: ڈاکٹر علی حسن عبد القادر، دار الکتب الحدیثۃ القاہرۃ
(۲۹) العواصم والقواصم: ابن وزیر الیمانی
(۳۰) فتاویٰ عزیزیہ: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ
(۳۱) فردوس الأخبار بماثور الخطاب: ابو شجاع شیرویہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۶ھ
(۳۲) الفَرق بین الفِرَق: ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی، دار الآفاق الجدیدۃ بیروت ۱۹۷۷ء
(۳۳) فصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ: امام غزالی، دار الفکر بیروت ۱۹۹۸ء
(۳۴) الفوائد المجموعۃ: قاضی شوکانی، المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۸ھ
(۳۵) قضیۃ التکفیر فی الفکر الاسلامی: ڈاکٹر محمد احمد المسیر، مکتبۃ الایمان، القاہرہ ۲۰۰۴ء
(۳۶) الکامل فی التاریخ: ابن اثیر
(۳۷) الکامل فی ضعفاء الرجال: ابن عدی الجرجانی، دار الفکر بیروت ۱۴۰۹ھ
(۳۸) کتاب المجروحین: ابو حاتم محمد بن حبان: دار الوعی حلب شام (تحقیق محمود ابراہیم زاید)
(۳۹) کشف الخفاء ومزیل الالباس: العجلونی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ
(۴۰) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: جلال الدین السیوطی، دار المعرفۃ بیروت
(۴۱) لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت ۱۴۰۶ھ
(۴۲) اللؤلوء المرصوع: ابو المحاسن محمد القاوقجی الطرابلسی، دار البشائر الاسلامیۃ ۱۴۱۵ھ
(۴۳) مجموعۂ فتاویٰ ابن تیمیہ، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ طبع ثانی
(۴۴) مجموعۂ فتاویٰ عبد الحی فرنگی محلی: مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۳۱۴ھ
(۴۵) مذاہب الاسلامیین: عبد الرحمٰن البدوی، دار العلم للملائیین بیروت
(۴۶) مسند ابی یعلی: دار المامون للتراث دمشق، ۱۴۰۴ھ
(۴۷) مسند احمد بن حنبل: مؤسسۃ القرطبۃ القاہرۃ
(۴۸) مسند الفردوس: ابو نصر شہردار بن ابی شجاع شیرویہ الدیلمی
(۴۹) المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع: علی بن سلطان القاری، مؤسسۃ الرسالہ ۱۳۹۸ھ
(۵۰) المعتقد المنتقد: فضل رسول بدایونی، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۱ء
(۵۱) مقالات الاسلامیین: ابو الحسن الاشعری: دار احیاء التراث بیروت، الطبعۃ الثالثۃ
(۵۲) مکتوبات امام ربانی: شیخ احمد سرہندی، مطبع نول کشور لکھنؤ
(۵۳) الملل والنحل: عبد الکریم شہرستانی، المکتبۃ العصریۃ بیروت، ۲۰۰۱ء
(۵۴) الموضوعات: ابن الجوزی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۵ھ

☆☆☆




شاعر دربارِ رسالت صحابی جلیل حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا مبارک اور تاریخی قصیدۂ لامیہ اپنی تاریخی اور ادبی خصوصیات کے باعث مذہبی اور ادبی حلقوں میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے یہ دراصل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں معافی نامے کے طور پر پیش کیا گیا اور شرفِ قبولیت سے سرفراز ہوا۔

***

میں نے زیرِ نظر ترجمہ اور تشریح کو جگہ جگہ سے دیکھا، یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ عزیز موصوف نے محنت کی ہے اور اشعار کے معانی ومفہوم تک رسائی کی کامیاب کوشش کی ہے حل لغات کے اضافے سے یہ کتاب طلبہ کے لیے بھی مفید ہوگئی ہے۔ ساتھ ہی وہ اشعار جو قدرے تشریح طلب تھے کہیں اختصار اور کہیں تفصیل کے ساتھ اُن کی تشریح بھی کر دی گئی ہے۔

از مقدمہ

اُسید الحق قادری بدایونی




کتاب محل

دربار مارکیٹ لاہور

(0321-8836932 – 0300-4827500)